



درس نظامی کے نصاب میں داخل اصول فقہ کی ابتدائی کتاب

تلخیص
اصول الشاشی
مع
قواعد فقہیہ



مکتبہ المدینہ
(مکتبہ اسلامی)

SC 1286

المکتبۃ
المدینیۃ
(مکتبہ اسلامی)

درسِ نظامی کے نصاب میں داخل اصولِ فقہ کی ابتدائی کتاب

تلخیص اصول الشاشی

مع قواعد فقہیہ

پیش

مجلس المدینة العلمیة (دعوت اسلامی)

شعبہ درسی کتب

ناشر

مکتبہ المدینة باب المدینة کراچی

الصدرة والسلا حیدری بارسول اللہ وعلی اللہ واصحابہ با حبیب اللہ

نام کتاب : تلخیص اصول الشاشی مع قواعد فقہیہ

پیش کش : مجلس المدینة العلمیة (شعبہ درسی کتب)

سن طباعت : ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲ مئی ۲۰۰۹ء

کل صفحات : 144 صفحات

ناشر : مکتبہ المدینہ فیضان مدینہ باب المدینہ کراچی

قیمت :

مکتبہ المدینہ کی شاخیں

مکتبہ المدینہ شہید مسجد کھارادر باب المدینہ کراچی

مکتبہ المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ مرکز الاولیاء لاہور

مکتبہ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عید گاہ، راولپنڈی

مکتبہ المدینہ امین پور بازار، سردار آباد (فیصل آباد)

مکتبہ المدینہ نزد پٹیل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبہ المدینہ فیضان مدینہ آفندی ٹاون، حیدرآباد

مکتبہ المدینہ چوک شہیداں میر پور کشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

www.dawateislami.net

مدنی التجاء: کسی اور کو یہ کتاب چھاپنے کی اجازت نہیں

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“ کے انیس حروف کی نسبت سے

اس کتاب کو پڑھنے کی ”19 تیتیں“

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: ”اچھی نیت بندے کو جنت میں داخل کر دیتی ہے۔“

(الجامع الصغير، ص ۵۵۷، الحدیث ۹۳۲۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿1﴾ بغیر اچھی نیت کے کسی بھی عمل خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

﴿2﴾ جتنی اچھی تیتیں زیادہ، اتنا ثواب بھی زیادہ۔

﴿1﴾ ہر بار حمد و ﴿2﴾ صلوٰۃ اور ﴿3﴾ تَعَوُّذ و ﴿4﴾ تَسْمِیہ سے

آغاز کروں گا (اسی صفحہ پر اوپر دی ہوئی دو عربی عبارات پڑھ لینے سے

چاروں تیتوں پر عمل ہو جائے گا) ﴿5﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے اس

کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا ﴿6﴾ حتیٰ الامکان اس کا باؤضو اور

﴿7﴾ قبلہ رُو مطالعہ کروں گا ﴿8﴾ کتاب کو پڑھ کر کلام اللہ و کلام رسول اللہ

عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحیح معنوں میں سمجھ کر اوامر کا امتثال اور نواہی

سے اجتناب کروں گا۔ ﴿9﴾ درجہ میں اس کتاب پر استاد کی بیان کردہ توضیح

توجہ سے سنوں گا۔ ﴿10﴾ استاد کی توضیح کو لکھ کر ”استعن بيمينك على حفظك“ پر عمل کروں گا۔ ﴿11﴾ طلبہ کے ساتھ مل کر اس کتاب کے اسباق کی تکرار کروں گا۔ ﴿12﴾ اگر کسی طالب علم نے کوئی نامناسب سوال کیا تو اس پر ہنس کر اس کی دل آزاری کا سبب نہیں بنوں گا۔ ﴿13﴾ درجہ میں کتاب، استاد اور درس کی تعظیم کی خاطر غسل کر کے، صاف مدنی لباس میں، خوشبو لگا کر حاضری دوں گا۔ ﴿14﴾ اگر کسی طالب علم کو عبارت یا مسئلہ سمجھنے میں دشواری ہوئی تو حتی الامکان سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ ﴿15﴾ سبق سمجھ میں آجانے کی صورت میں حمد الہی عزوجل، بجالاؤں گا۔ ﴿16﴾ اور سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں دعاء کروں گا اور بار بار سمجھنے کی کوشش کروں گا۔ ﴿17﴾ سبق سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں استاد پر بدگمانی کے بجائے اسے اپنا قصور تصور کروں گا۔ ﴿18﴾ کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ (ناشرین و مصنف وغیرہ کو کتابوں کی اغلاط صرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا) ﴿19﴾ کتاب کی تعظیم کرتے ہوئے اس پر کوئی چیز قلم وغیرہ نہیں رکھوں گا، اس پر ٹیک نہیں لگاؤں گا۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
38	سبق نمبر..... (8)	07	تعارف المدینہ العلمیہ
//	صریح و کنایہ کا بیان	09	پیش لفظ
40	سبق نمبر..... (9)	11	مقدمہ
//	ظہور و خفا کی اقسام	19	سبق نمبر..... (1)
46	سبق نمبر..... (10)	//	ابتدائی باتیں
//	متعلقات نصوص کا بیان	21	کتاب اللہ
50	سبق نمبر..... (11)	//	سبق نمبر..... (2)
//	امر کا بیان	//	کتاب اللہ کا بیان
59	سبق نمبر..... (12)	23	سبق نمبر..... (3)
//	نہی کا بیان	//	خاص و عام کا بیان
61	سبق نمبر..... (13)	27	سبق نمبر..... (4)
//	معرفتِ نصوص کے طریقے	//	مطلق و مقید کا بیان
64	سبق نمبر..... (14)	29	سبق نمبر..... (5)
//	حروفِ معانی کا بیان	//	مشترک و مؤول کا بیان
74	سبق نمبر..... (15)	31	سبق نمبر..... (6)
//	طرق بیان	//	حقیقت و مجاز کا بیان
79	سنت رسول اللہ ﷺ	35	سبق نمبر..... (7)
☆	☆.....☆.....☆.....☆	//	لفظ کے حقیقی معنی چھوڑنے کی صورتیں

95	سبق نمبر..... (21)	79	سبق نمبر..... (16)
//	صحت قیاس کی شرائط کا بیان	//	سنت رسول اللہ ﷺ کا بیان
98	سبق نمبر..... (22)	86	سبق نمبر..... (17)
//	قیاس کے ارکان کا بیان	//	خبر واحد کی حجیت کا بیان
102	سبق نمبر..... (23)	87	اجماع
//	احکام سے متعلقہ اشیاء کا بیان	//	سبق نمبر..... (18)
104	سبق نمبر..... (24)	//	اجماع کا بیان
//	موانع شرعیہ کا بیان	91	سبق نمبر..... (19)
106	سبق نمبر..... (25)	//	عدم القائل بالفصل کا بیان
//	مامورات شرعیہ کا بیان	93	قیاس
109	سبق نمبر..... (26)	//	سبق نمبر..... (20)
//	عزیمت و رخصت کا بیان	//	قیاس کا بیان
112	قواعد فقہیہ	☆	☆.....☆.....☆.....☆

دل کی موت.....

ایک مرتبہ حضرت سیدنا فتح موصلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے حاضرین سے استفسار کیا: ”جب مریض کو کھانے پینے اور دواء سے روک دیا جائے تو کیا وہ مرنے لگتا ہے؟“ لوگوں نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ تو آپ نے فرمایا: ”یہی معاملہ دل کا ہے جب اسے تین دن تک علم و حکمت سے روکا جائے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔“

(”لباب الاحیاء“، ص ۲۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

المدینة العلمية

از: شیخ طریقت، امیر اہلسنت، بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ

مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد لله على احسانه وفضل رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم

تبلیغ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ”دعوت اسلامی“ نیکی کی دعوت،

احیائے سنت اور اشاعت علم شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزم مصمم رکھتی

ہے، ان تمام امور کو کسین خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدد مجالس کا قیام عمل

میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ”المدینة العلمية“ بھی

ہے جو دعوت اسلامی کے علماء و مفتیان کرام کثرہم اللہ تعالیٰ پر مشتمل

ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے

مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبہ کتب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۲) شعبہ درسی کتب

(۳) شعبہ اصلاحی کتب (۴) شعبہ تراجم کتب

(۵) شعبہ تفتیش کتب (۶) شعبہ تخریج

”المدینة العلمية“ کی اولین ترجیح سرکار اعلیٰ حضرت امام

اہلسنت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مُجِدِّ دین وملت، حامی سنت، ماحی بدعت، عالم شریعت، پیر طریقت، باعث خیر و برکت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتیٰ الوسع سہل اُسلوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اس علمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ”دعوتِ اسلامی“ کی تمام مجالس بشمول ”المدينة العلمية“ کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عمل خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضر اشہادت، جنت البقیع میں مدفن اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش لفظ

بلاشک و شبہ علوم شرعیہ میں علم اصول فقہ کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے اسی لئے علماء کرام نے علم اصول فقہ میں بے شمار کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے کئی کتب، دینی مدارس کے نصاب میں بھی داخل ہیں، البتہ ابتدائی طور پر طالب علم کا جن کتب سے واسطہ پڑتا ہے ان میں سے ایک بنیادی، مختصر، جامع اور انتہائی اہم کتاب اصول الشاشی ہے، جو یونیورسٹیوں میں ایم اے اسلامیات کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

الحمد للہ علی احسانہ تبلیغ قرآن و سنت کی عالم گیر سیاسی تحریک ”دعوت اسلامی“ کی مجلس ”المدينة العلمية“ کے ”شعبہ درسی کتب“ نے مبتدی طلبہ کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کی ایک ایسی تلخیص مرتب کرنے کی سعی کی ہے، کہ اس کے پڑھنے کے بعد ان شاء اللہ عز و جل اصل کتاب کو سمجھنا نہایت ہی آسان ہو جائے گا، تلخیص اصول الشاشی ”جامعة المدینہ“ کے نصاب میں بھی داخل ہے، اس پر درج ذیل نکات کے تحت کام کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

- (1)..... طلباء کے نفیس مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے کتاب کی، کمپوزنگ، ایڈنگ، تقابل، تفتیش وغیرہ ہر اعتبار سے تحسین کی کوشش کی گئی ہے۔
- (2)..... تلخیص اصول الشاشی کا مقصد اصل کتاب کو سمجھنے کیلئے دور حاضر کے طلبہ کے اذہان کو تیار کرنا ہے لہذا کتاب ہذا کو حتی المقدور سہل انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے، تاکہ اصل کتاب پر اس کی تقدیم کی اہمیت برقرار رہے۔
- (3)..... طلباء و مدرسین کی سہولت کیلئے اصول الشاشی کی تمام اجاٹ کو نمبر وار اسباق کی صورت میں پیش کیا گیا ہے تاکہ درس و تدریس، ترتیب و تحفیظ وغیرہ میں آسانی ہو۔
- (4)..... تعریفات، امثلہ وغیرہ اہم باتوں کو ہیڈنگز کی صورت میں امتیازی حیثیت دی گئی ہے، تاکہ کتاب کے مطالعہ کے دوران طلبہ کا علمی ذوق برقرار رہے۔

(5)..... اسباق کے دوران اہم نکات کو ”نوٹ“ اور ”تنبیہ“ کی ہیڈنگز کے ذریعے واضح کیا

گیا ہے۔

(6)..... مبتدی طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تعریفات وغیرہ کی عربی

عبارات سے احتراز کیا گیا ہے۔ البتہ امثلہ میں عربی عبارات کو ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ طلباء کے اذہان اصل کتاب کو پڑھتے وقت اجنبیت محسوس نہ کریں۔

(7)..... اصول الشاشی میں مذکور امثلہ کے علاوہ بعض مقامات پر نئی امثلہ بھی شامل کی گئی ہیں۔

(8)..... قرآنی آیات کو خوبصورت رسم الخط کے ساتھ ساتھ حوالہ (سورت کا نام، آیت نمبر)

اور ترجمہ کنز الایمان سے بھی مزین کیا گیا ہے۔

(9)..... تلخیص اصول الشاشی کے آخر میں علمائے اہلسنت کی کتب سے ماخوذ مزید کچھ

اصول بھی ذکر کئے ہیں، تاکہ طالب علم کو اصول فقہ کی مزید مشق کا موقع ملے۔

(10)..... کتاب میں بعض جگہ علمی نکات پر مشتمل مدنی پھول بھی مہک رہے ہیں۔

ان تمام تر کوششوں کے باوجود اگر اہل فن کتابت کی یا فنی غلطی پائیں تو مجلس کو مطلع

فرما کر مشکور ہوں۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد

الیاس عطار قادری رضوی ضیائی مدظلہ العالی و تمام علماء اہلسنت کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر

تادیر قائم رکھے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے اور قرآن و سنت کی عالمگیر

غیر سیاسی تحریک ”دعوت اسلامی“ کی تمام مجالس بشمول ”المدينة العلمية“ کو

دن پچیسویں رات چھیسویں ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

شعبہ درسی کتب

المدينة العلمية (دعوت اسلامی)

مقدمہ

اللہ رب العزت نے بنی آدم کو صرف اپنی عبادت و بندگی کے لئے اس دنیائے آب و گل میں بھیجا اور پھر انسانوں کی ہدایت کیلئے وقتاً فوقتاً انبیاء و رسل کو مبعوث فرماتا رہا جو اللہ تعالیٰ کے احکام بندوں تک من و عن پہنچاتے رہے اور آخر میں خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور نبوت کے سلسلے کو ختم فرما کر تاقیامت شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی رکھا، لہذا اب رہتی دنیا تک دین مصطفوی ہی کے احکام پر عمل کیا جائے گا کہ اس کے علاوہ دیگر شریعتیں منسوخ ہو گئیں ان احکام کا دار و مدار چار بنیادی مآخذ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس پر ہے۔

واضح رہے کہ قرآن و حدیث سے استدلال و استنباط مسائل ہر کس و ناکس کا کام نہیں کیونکہ انسان کے لکھے ہوئے کلام کو بھی سمجھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی گھر بیٹھے کتابیں پڑھ کر ڈاکٹریا انجینئر نہیں بن جاتا بلکہ انہیں سمجھنے کیلئے یونیورسٹیز اور کالجز قائم کئے جاتے ہیں تو پھر کلام اللہ تو کلام اللہ ہے اسے بغیر استاد کے کیسے سمجھا جاسکتا ہے بلکہ سمجھنا تو دور کی بات ہے بغیر استاد کے اسے درست پڑھنا بھی دشوار ہے۔

ایسے ہی حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استدلال و استنباط احکام ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہے خاص طور پر جبکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ لوگوں نے بہت سی باتیں گھڑ کر معاذ اللہ سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ جنہیں محدثین کی اصطلاح میں احادیث موضوعہ کہا جاتا ہے، لہذا احکام و مسائل کے استخراج کے لئے حدیث کی صحت و سقم، احوال رواۃ، ان کے صدق و کذب و ضبط صدر و عدالت و ملازمت تقویٰ وغیرہا، سن پیدائش و وفات و صد ہا اوصاف نظر و ملاحظہ میں درکار ہوتے ہیں تب کہیں جا کر اس کی صحت و سقم کی جانچ ہوتی ہے پھر اس کے بعد معنی و مراد حدیث کو سمجھنا ایک نیا مرحلہ ہے جس کے لئے کئی علوم و فنون میں مہارت کے ساتھ ساتھ، تقویٰ و اخلاص، مجاہدہ و عبادت و ریاضت درکار، تب کہیں جا کر

انسان اس مقام پر پہنچتا ہے کہ حدیث سے استدلال کرے۔

نیز یہ بات یاد رہے کہ جس طرح قرآن و حدیث احکام شرع میں حجت ہیں اسی طرح اجماع و قیاس بھی احکام شرعیہ میں حجت ہیں اور ان کا حجت ہونا بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ اس آیت کریمہ میں بحیثیت مجموعی اس امت کو بہتر امت کہا اور فرمایا کہ تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو، پس اگر یہ امت برائی پر مجتمع ہوتی تو اسے بحیثیت مجموعی نیکی کا حکم دینے والی اور برائی سے منع کرنے والی امت نہ کہا جاتا معلوم ہوا کہ یہ امت کبھی برائی پر مجتمع نہ ہوگی اور جس پر یہ مجتمع ہوگی وہ اچھائی ہی اچھائی ہوگی۔

احادیث میں بھی متعدد مقامات پر اجماع کو حجت شرعی ہونے کی سند حاصل ہے۔ چنانچہ امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّةً مُّحَمَّدٍ عَلَىٰ ضَلَالَةٍ، وَيَدَّ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَدَّ شُدًّا فِي النَّارِ)) اور انہی سے روایت کرتے ہیں: ((رَاتِبُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَدَّ شُدًّا فِي النَّارِ)) اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ((مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ)) اس کے علاوہ اس بارے میں اور بہت سی احادیث موجود ہیں یہ احادیث اگرچہ آحاد ہیں لیکن ان سب کا مفہوم و معنی مشترک ہونے کی وجہ سے یہ حد تو اترا تک عروج کر کے متواتر معنوی کی مسند پر جا پہنچتی ہیں اور یوں اجماع کی حجیت کا قطعیت کے ساتھ فائدہ دیتی ہیں۔ اسی طرح قیاس کی حجیت بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معروف و مشہور حدیث میں ہے کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجنے کا ارادہ

کیا تو ان سے دریافت فرمایا: بِسْمِ تَقْضِي؟ یعنی تم کس چیز کے ذریعے فیصلہ کرو گے۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی بِكِتَابِ اللَّهِ یعنی کتاب اللہ سے۔ فرمایا کہ اگر تم وہاں نہ پاؤ تو؟ عرض کی سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، فرمایا: اگر وہاں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی: اجْتَهِدْ بِرَأْيِي یعنی تو پھر میں اپنی رائے و قیاس سے کام لوں گا۔ اس پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِهِ بِمَا يُرْضِي بِهِ رَسُولُهُ یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی کہ جس سے اس کا رسول راضی ہے۔ یہاں اختصار کے سبب بقیہ حدیث دربارہ حجیت قیاس کو ترک کرتے ہیں، کتب ان احادیث سے مملو ہیں۔

واضح رہے کہ اجماع و قیاس کے لئے قرآن و سنت سے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے چنانچہ علامہ عبدالغنی النابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی ”شرح مرآة الوصول“ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ”اجماع کے لئے کسی ایسی دلیل یا علامت کا ہونا ضروری ہے جس کی طرف اجماع منسوب ہو سکے کیونکہ بغیر کسی داعی کے سب کا کسی ایک بات پر متفق ہونا عادتہً محال ہوتا ہے۔ اور اس لئے کہ وہ حکم جس پر اجماع منعقد ہوتا ہے اگر وہ دلیل سمعی سے نہ ہو تو دلیل عقلی سے ہوگا حالانکہ یہ بات طے ہے کہ ہمارے نزدیک عقل کا کوئی حکم ثابت نہیں۔“

حضرت سیّدنا علامہ تفتازانی قدس سرہ السنورانی نے اپنی کتاب ”التلویح“ میں فرمایا: ”جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجماع بغیر کسی دلیل و علامت کے جائز نہیں کیونکہ دلیل کا نہ ہونا خطا کو لازم کرتا ہے جبکہ دین میں بلا دلیل کوئی حکم دینا خطا ہے اور امت کا خطا پر اجماع (اتفاق) ممتنع (ناممکن) ہے، اسی طرح بغیر کسی داعی کے سب کا ایک بات پر متفق ہونا عادتہً محال ہے جیسے ایک ہی کھانا کھانے پر سب کا اتفاق ناممکن ہے۔ اور اجماع کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سند کے پائے جانے کے بعد بحث ختم ہو جاتی ہے، مخالفت ناجائز قرار پاتی اور حکم قطعی

ہو جاتا ہے۔ پھر دلیل کے بارے میں بھی اختلاف ہے، جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دلیل قیاس ہو تو یہ بھی درست ہے اور یہ واقع بھی ہے جیسے امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز کی امامت کروانے پر قیاس کرتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوا اور یہاں تک کہا گیا کہ ”اللہ کے محبوب، دانائے عُیُوب، مُزَنِّہٌ عَنِ الْعُیُوبِ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللہُ تَعَالَى عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جن سے ہمارے دینی معاملہ میں راضی ہیں تو کیا ہم اُن سے اپنی دنیوی معاملہ میں راضی نہ ہوں؟“ نیز اجماع کے لئے خبر واحد دلیل بن سکتی ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ عام کتابوں میں مذکور ہے۔

اسی طرح قیاس کے لئے بھی کسی اصل کا ہونا ضروری ہے جو قرآن یا سنت سے ثابت ہو کیونکہ قیاس تو حکم کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ اس کو ثابت کرنے والا۔ چنانچہ، ”شَرْحُ مِرْقَاةِ الْوُصُولِ“ میں فرمایا: ”قیاس مُظْہِرٌ (یعنی حکم کو ظاہر کرنے والا) ہوتا ہے، مُثَبِّتٌ (یعنی حکم کو ثابت کرنے والا) نہیں ہوتا۔ اور ظاہر میں ”مُثَبِّتٌ“ (قرآن و سنت سے) دلیل اصل ہوتی ہے اور حقیقت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔

اصول شرع کی ترتیب کی وجہ:

”شَرْحُ الْمَسَارِدِ لِابْنِ مَلِکٍ“ میں ہے: ”اصول شرع میں قرآن پاک کو اس لئے مقدم کیا کہ یہ ہر اعتبار سے حجت (دلیل) ہے اور اس کے بعد سنت کو رکھا کیونکہ اس کا حجت ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے اور اجماع کو مؤخر کیا کیونکہ اس کا حجت ہونا ان دونوں پر موقوف ہے۔“ پھر فرمایا: ”قیاس اپنے حکم کی طرف نسبت کے اعتبار سے اصل اور قرآن و سنت اور اجماع کی طرف نسبت کے اعتبار سے فرع ہے۔“

نوٹ:

سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: سنت کا حجت ہونا قرآن پاک پر

موقوف ہے، اس کی وجہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان عالیشان ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر: ۷) فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اور اجماع کا قرآن و سنت پر موقوف ہونا اس لئے ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کا ہونا شرط ہے۔ اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے ہوگی، اب چاہے وہ دلیل کوئی صریح آیت ہو یا حدیث نبوی اگرچہ خبر واحد ہی ہو یا پھر وہ دلیل قرآن یا سنت کی طرف راجع (لوٹنے والی) ہو۔ لہذا قرآن پاک ہر اعتبار سے اصل ہے جبکہ سنت، اجماع اور قیاس ایک اعتبار سے اصل اور ایک اعتبار سے فرع ہیں۔

اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ حقیقت میں تمام احکام شرعیہ کا مرجع اور ان کو ثابت کرنے والے فقط دو ہیں اور وہ قرآن کریم اور سنت نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ہیں، باقی اصول انہیں دو کی طرف راجع ہیں۔

تاریخ اسلام میں چار مجتہدین مشہور ہیں۔ اللہ کریم ان مجتہدین اسلام پر رحم و کرم فرمائے کہ انہوں نے نہایت جانفشانی و عرق ریزی اور انتھک کوشش سے قرآن و حدیث سے صحیح احکامات و مسائل کا استنباط و استخراج کر کے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل تیار فرما دیا، اب جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک کے طریقے پر عمل کرے گا ان شاء اللہ عزوجل نجات پائے گا جب کہ اس کے برخلاف جو قرآن و حدیث میں اپنی ناقص عقل کو دخل دے گا ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھائے گا (عَاقَبَانَا اللَّهُ مِنْهُ)۔

یہ مجتہدین کرام علم اصول فقہ میں بے پناہ مہارت و خداداد صلاحیت کی بناء پر وہ مسائل بھی حل فرما لیتے تھے جو کہ قرآن و حدیث میں صراحتاً نہیں ملتے اس طریقے سے مسائل کو حل کرنا قیاس کہلاتا ہے لیکن قیاس بھی نہ ہر شخص کے بس کا کام ہے اور نہ ہر شخص کے لیے جائز۔

تنبیہ :

قرآن وحدیث اور دیگر علوم و فنون میں رسوخ کے سبب ان مجتہدین میں یہ اعلیٰ صفات موجود تھیں، لیکن آج کل جو اصول فقہ بصورتِ درس و تدریس پڑھائے جاتے ہیں ان سے اس قسم کے ملکہ استنباط کا پیدا ہونا ناہم و مفقود ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ جلد 12 صفحہ 482 پر ارشاد فرماتے ہیں: ”و مجتهد خود از صدہا سال مفقود است یعنی مستقل مجتہد تو صدیوں سے مفقود ہے۔“ تاہم پھر بھی اس علم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس علم کے دیگر اور بھی فوائد ہیں جنہیں ”معارف الاحکام“ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

(۱)..... مجتہد نے جن دلائل سے احکام کا استنباط کیا ہے ان سے آگاہی حاصل ہو جاتی ہے اور یوں غیر مجتہد کا ذہن احکام پر عمل کے لئے خوب مطمئن ہو جاتا ہے۔

(۲)..... جن احکام پر امام سے دلیل منقول نہیں ہوئی اس فن کے ذریعے اس دلیل سے آگاہی ہو سکتی ہے۔

(۳)..... ان اصول سے آگاہی کی وجہ سے اپنے مذہب کا دفاع آسان ہو جاتا ہے۔

(۴)..... وہ حوادث و نئے واقعات جو امام صاحب کے دور میں پیش نہیں آئے تھے ان کا حکم ان قواعد کی روشنی میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

(۵)..... کچھ ایسے واقعات جو امام کے دور میں تھے مگر امام سے ان کے بارے میں نص یا تصریح نہ پہنچی تو ان قواعد و اصول کی روشنی میں انہیں بھی حل کیا جاسکتا ہے۔

اس تمام بحث کے بعد یہ بیان کرنا بھی زیادتی شوق کا باعث ہوگا کہ قرآن وحدیث سے مجتہدین کرام و فقہائے عظام کس طرح استنباط و استدلال کرتے ہیں چنانچہ اس کی چند مثالیں اختصار کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال:

فقہ کا قاعدہ ہے کہ: ”الاصل فی الاشیاء الاباحۃ“ یعنی اشیاء میں اصل ان کا جائز ہونا ہے۔ اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام اشیاء و اعمال مباح ہیں اور جب تک کسی شے کے بارے میں حرمت و ممنوعیت کی دلیل نہ ہو اسے ممنوع و حرام نہیں کہا جاسکتا۔ اب اس اصول کا استخراج علماء و فقہاء نے جن نصوص سے کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: قرآن کریم میں ہے:

(1)..... ﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ [الانعام: ۱۴۵]

(2)..... ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ [الانعام: ۱۵۱]

(3)..... ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس کے بارے میں حرمت کی دلیل نہ ہو وہ جائز و مباح ہے نیز جس چیز سے منع کیا جائے وہی ممنوع ہے اور جس سے منع نہ کیا جائے یا جس کے بارے میں ممنوعیت کی دلیل نہ ملے وہ مباح و حلال ہے۔ اسی طرح بہت سی احادیث سے بھی اس قاعدے کا استنباط و استخراج ہوتا ہے۔ مثلاً:

(1)..... ((عن سعد بن وقاص عن ابيه ان النبي صلى الله تعالى

عليه وسلم قال ان اعظم المسلمين جرما من سأل عن شيء لم يحرم
فحرم من أجل مسئلته)) (صحیح بخاری)

(2)..... ((الْحَلَالُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ،

وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَى عَنْهُ)). رواه ابن ماجه والترمذی

(3)..... ((إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا وَنَهَى عَنْ أَشْيَاءَ فَلَا

تَنْتَهِكُوهَا وَحَدَّ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نَسْيَانٍ فَلَا

تَبْحَثُوا عَنْهَا)). رواه الطبرانی

دوسری مثال:

”الضرورات تبيح المحظورات“ یعنی ضرورت کے تحت ممنوعات بھی مباح و جائز ہو جاتے ہیں۔ اس اصل کا استخراج و استنباط درج ذیل آیات سے ہوتا ہے:

(1)..... ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرُّرْتُمْ إِلَيْهِ﴾

[الانعام: ۱۱۹]

(2)..... ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنزِيرِ وَمَا أَهْلَ بِهِ

لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾ [البقرة: ۱۷۳]

ان آیات سے شراب و خنزیر وغیرہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن حالت اضطرار میں ان اشیاء کو حلال و مباح کر دیا گیا ہے، جیسے اگر بھوک یا پیاس سے کسی کی جان جا رہی ہو اور اسے خنزیر کا گوشت یا شراب میسر ہو تو انہیں کھایا پی کر جان بچائے اسی طرح اور بہت سی آیات و احادیث سے علماء و فقہاء نے اصول و قواعد اور مسائل و احکام کا استنباط کیا ہے جن کی تفصیل و تشریح سے کتب دینیہ مالا مال ہیں ان اصول و قواعد اور ان کی شرح کا مطالعہ کرنے سے عقول حیران رہ جاتی ہیں جب کہ اس زمانے میں موجودہ دور جیسی سہولیات مثلاً بجلی و کمپیوٹر و جدید نظام چھپائی موجود نہ تھا پھر بھی علوم کا اتنا بڑا ذخیرہ ہمیں ان بزرگوں سے ملا ہے بلا مبالغہ جتنا کام ان عظیم حضرات میں سے ہر ہر فرد نے کیا ہے سینکڑوں لوگ بھی آج مل کر ایسا کام نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

شعبہ درسی کتب

المدينة العلمية (دعوت اسلامی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سبق نمبر (1)

..... ابتدائی باتیں ❁

کسی بھی علم کی تحصیل سے پہلے اس کی تعریف، موضوع، غرض و غایت وغیرہ کا جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ ان کے بغیر اُس علم کا حاصل کرنا عبث و بے کار ہے اسی وجہ سے ہر علم کے شروع میں ان تمام امور کو بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے علم اصول فقہ کی تعریف موضوع اور غرض و غایت بیان کی جاتی ہے۔

اصول فقہ کا لغوی معنی اور مفہوم :

”اُصول“ اصل کی جمع ہے اور اصل کا معنی ہے ”ما یبتنی علیہ غیرہ“ یعنی جس پر کسی دوسری شے کی بنیاد رکھی جائے اور ”فقہ“ کا لغوی معنی ”فہم و فراست“ ہے۔

اس کا مطلب قوانین اور قواعد و ضوابط کا ایسا مجموعہ ہے جس کی بنیاد پر شرعی دلائل سے احکام شرعیہ اخذ کئے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ ”فکر اسلامی کا قانون“ ہے۔

علم اصول فقہ کی اصطلاحی تعریف :

علم اصول فقہ ایک ایسا علم ہے جس میں اَدْلَہ کے ذریعے احکام ثابت کئے

جاتے ہیں۔

نوٹ:

اَدْلَہ سے مراد قرآن، حدیث، اجماع و قیاس ہیں۔ انھیں اصول فقہ بھی کہتے ہیں۔

اصول فقہ کا موضوع:

علم اصول فقہ کا موضوع اَدْلَہ اور احکام شرعیہ ہیں۔

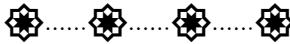
اصول فقہ کی غرض و غایت:

احکام شرعیہ کو دلائل کے ساتھ جاننا علم اصول فقہ کو حاصل کرنے کی غرض و غایت ہے۔

اصول فقہ کی تعداد:

اصول فقہ چار ہیں اور انہیں سے احکام شرعیہ ثابت کئے جاتے ہیں۔

۱۔ قرآن ۲۔ حدیث ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس



☆.....چند قواعد اصولیہ.....☆

(۱)..... صِبْغَةُ الْإِخْبَارِ أَكْذُ مِنْ صِبْغَةِ الْأَمْرِ (فتاویٰ رضویہ ۳۵/۴)

(۲)..... الْأَحْتِمَالُ إِذَا لَمْ يَكُنْ عَنْ دَلِيلٍ لَمْ يُعَارِضِ الْيَقِينَ (فتاویٰ رضویہ ۷۱/۴)

(۳)..... الْأِسَاءَةُ دُونَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ وَفَوْقَ كَرَاهَةِ التَّنْزِيهِ (فتاویٰ رضویہ ۶۰۵/۲۳)

(۴)..... لَا يَلْزَمُ مَنْ تَرَكَ الْمُسْتَحَبَّ ثُبُوتُ الْكِرَاهَةِ (فتاویٰ رضویہ ۶۲/۶)

سبق نمبر (2)

..... بحثِ اوّل: کتاب اللہ.....

قرآن مجید :

احکام شرعیہ کا بنیادی ماخذ قرآن مجید ہے اور اس سے مراد وہ کلام ہے جو نبی اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، مصاحف میں لکھا گیا اور بطریق توائر نقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچا۔ اصول فقہ میں قرآن پاک کی تقریباً پانچ سو آیات مبارکہ سے بحث کی جاتی ہے کیونکہ احکام شرعیہ کا تعلق انہی سے ہے یعنی ان ہی آیات سے احکام کا استنباط ہوتا ہے اور بقیہ جو آیات مبارکہ ہیں وہ قصصِ اُمم سابقہ (گذشتہ اُمتوں کے واقعات) اور تبشیر و تنذیر پر مشتمل ہیں۔

حلال و حرام کے احکام کو قرآنی دلائل سے جاننا قرآن کے الفاظ کی اقسام کو جاننے پر موقوف ہے لہذا سب سے پہلے قرآنی الفاظ کی اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔

قرآنی آیات و الفاظ کی تقسیم

استدلال و استنباط کے اعتبار سے قرآن پاک کے کلمات کی چار تقسیمات ہیں:

(۱)..... الفاظ کی وضع معانی کیلئے۔

اس اعتبار سے قرآنی آیات و الفاظ کی چار اقسام ہیں:

۱- خاص ۲- عام ۳- مشترک ۴- مؤول

(۲)..... الفاظ کے معانی کا ظہور و خفاء۔

اس لحاظ سے قرآنی آیات و الفاظ کی آٹھ اقسام ہیں:

چار ظہور کے اعتبار سے: ۱- ظاہر ۲- نص ۳- مفسر ۴- محکم

اور چار خفاء کے اعتبار سے: ۱- خفی ۲- مشکل ۳- مجمل ۴- متشابہ

(۳)..... الفاظ اور جملوں کا معانی میں استعمال۔

اس اعتبار سے بھی قرآنی آیات و الفاظ کی چار اقسام ہیں:

۱- حقیقت ۲- مجاز ۳- صریح ۴- کنایہ

(۴)..... طریقہ استدلال۔

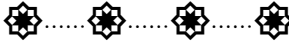
اس اعتبار سے بھی قرآنی آیات و الفاظ کی چار اقسام ہیں:

۱- عبارت النص ۲- اشارۃ النص ۳- دلالت النص ۴- اقتضاء النص

نوٹ:

استدلال سے مراد مذکورہ چار بنیادی مآخذ (اصول فقہ) سے کسی مسئلہ کو ثابت

کرنا ہے۔



سبق نمبر (3)

.....خاص و عام کا بیان.....

خاص ہر وہ لفظ ہے کہ جو کسی معنی معلوم یا مُسَمَّی معلوم کیلئے انفرادی طور پر وضع

کیا گیا ہو۔

نوٹ: مُسَمَّی معلوم سے مراد کوئی بھی ذاتِ معلومہ ہے۔ جیسے زید، آدمی، انسان۔

خاص کی اقسام

خاص کی تین قسمیں ہیں:

(۱)..... خاص الفرد جیسے ”زید“ (۲)..... خاص النوع جیسے ”رجل“

(۳)..... خاص الجنس جیسے انسان۔

خاص کا حکم :

(۱)..... خاص اگر کتاب اللہ میں ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۲)..... اگر خاص کے مقابلہ میں خبر واحد یا قیاس آجائے، تو خاص کے

حکم میں بغیر کسی تغیر و تبدل کے دونوں کے مابین تطبیق ممکن ہو تو فیہا، ورنہ کتاب

اللہ پر عمل کیا جائے گا۔

خاص کی مثال : (خاص الفرد)

اللہ عز و جل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ

بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴿۲۲۸﴾ [البقرة: ۲۲۸] ترجمہ کنزالایمان: ”اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک“ اس آیت میں لفظ ”ثلاثة“ ایک عدد خاص ہے جو کہ دو سے زائد اور چار سے کم پر دلالت کرتا ہے۔

عام کی تعریف :

عام ہر وہ لفظ ہے جو افراد کی ایک جماعت کو یا تو لفظ شامل ہو۔ جیسے: ”مسلمون“ اور ”مشرکون“، یا معنی۔ جیسے ”من“ اور ”ما“۔

☆..... عام کی اقسام.....☆

عام کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

(۱)..... عام مخصوص (۲)..... عام غیر مخصوص

عام مخصوص :

عام کے حکم میں سے ایک یا کچھ افراد کو خارج کر دیا جائے تو اسے عام مخصوص کہتے ہیں۔ جیسے اگر کہا جائے: ”اقتلوا المشرکین ولا تقتلوا اهل الذمة یعنی تمام مشرکین کو قتل کر دو سوائے ذمیوں کے“ تو پہلے قتل کا حکم عام تھا یعنی تمام مشرکین کو قتل کرنے کا حکم تھا پھر بعد میں ذمیوں کو اس حکم عام سے خارج کر دیا گیا۔ لہذا اب ذمیوں کو خارج کر کے جتنے بھی مشرکین بچے وہ ”عام مخصوص“ کہلائیں گے۔

عام مخصوص کا حکم :

اس میں موجود بقیہ افراد کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے لیکن ان افراد میں بھی

تخصیص کا احتمال باقی رہتا ہے لہذا جب بقیہ افراد کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو جائے تو ان کو بھی تخصیص کے ذریعے عام کے حکم سے خارج کرنا جائز ہے اور اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے کی جاسکتی ہے حتیٰ کہ یہ تخصیص اس وقت تک درست ہے جب تک کہ عام میں کم از کم تین افراد نہ رہ جائیں اور اس کے بعد مزید تخصیص کی ہرگز گنجائش نہیں لہذا اب بلا احتمال اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

عام غیر مخصوص :

عام کے حکم سے اگر کسی فرد کو بھی خارج نہ کیا جائے تو اسے ”عام غیر مخصوص“ کہتے ہیں۔ جیسے اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَأَقْرُؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [المزمل: ۲۰] ترجمہ کنز الایمان: ”اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہوا اتنا پڑھو۔“ اس آیت مبارکہ میں لفظ ”ما“ عام ہے اور اس کے حکم یعنی قراءت سے کسی فرد (آیت یا سورت) کو خاص نہیں کیا گیا، مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کے کسی بھی مقام سے جتنا چاہو نماز میں تلاوت کرو۔

نوٹ:

عام غیر مخصوص کا حکم خاص کی طرح ہے۔

”من“ اور ”ما“ کا مفہوم اور ان کے مابین وجہ فرق

دونوں اصل کے اعتبار سے عموم کے لئے ہیں لیکن خصوص کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور وجہ فرق یہ ہے کہ ”مَنْ“ ذوی العقول کیلئے مستعمل ہے لیکن کسی قرینہ کی بناء پر کبھی غیر ذوی العقول کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ ”مَا“ کا

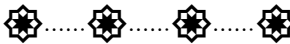
معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی ”ما“ غیر ذوی العقول کیلئے مستعمل ہے لیکن کسی قرینہ کی بناء پر کبھی ذوی العقول کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

”من“ کے عموم کی مثال :

کسی شخص نے کہا ”مَنْ شَاءَ مِنْ عِبِيدِ الْعَتَقِ فَهُوَ حُرٌّ“ (میرے غلاموں میں سے جو آزادی چاہے وہ آزاد ہے) اس کے بعد سب غلاموں نے ایک ساتھ ہی آزاد ہونا چاہا تو سب غلام آزاد ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ کلمہ ”مَنْ“ عام ہے جو تمام غلاموں کو شامل ہے۔

”ما“ کے عموم کی مثال :

امام محمد رحمہ اللہ نے ایک مثال ذکر کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی باندی (لوٹڈی) سے کہے: ”اِنْ كَانَ مَافِي بَطْنِكَ غَلَامًا فَانْتِ حُرَّةٌ“ (یعنی اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تو آزاد ہے) اس کے بعد اس باندی نے ایک بچہ اور ایک بچی جنی تو وہ آزادی کی مستحق نہیں ہوگی کیونکہ ”ما“ کا عموم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بچہ ہی جنے لیکن جب اس نے بچے کے ساتھ بچی کو جننا تو کلمہ ”ما“ کا مقتضی پورا نہ ہونے کی وجہ سے وہ آزاد نہیں ہوگی۔



سبق نمبر (4)

..... مطلق و مقید کا بیان ❁

مطلق کی تعریف :

وہ اسم جس سے بغیر کسی قید کے مسمیٰ مراد لیا جائے خواہ وہ صفت ہو یا اسم جنس۔

مطلق کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾ [النور: ۲] ترجمہ کنز الایمان: ”جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔“ اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے زانی مرد و عورت کیلئے فقط ”مئة جلدہ“ یعنی سو کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی ہے لہذا اس مطلق پر بطور حد مزید کسی قسم کی زیادتی یعنی ”تغریب عام“ (ایک سال کیلئے جلا وطنی) نہیں کی جائے گی۔

مطلق کا حکم :

جب مطلق کے اطلاق پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس پر خبر واحد یا قیاس سے زیادتی کرنا جائز نہیں۔

مقید کی تعریف :

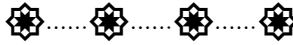
وہ اسم جس سے مع القید مسمیٰ مراد لیا جائے خواہ وہ صفت ہو یا اسم جنس۔

مقید کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ﴾ [النساء: ۹۲] ترجمہ کنز الایمان: ”اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر لے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے۔“ اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کرنے کی صورت میں بطور کفارہ غلام (مرد یا عورت) کو آزاد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، لیکن اس غلام میں مومن ہونے کی قید لگا کر اسے مقید فرما دیا لہذا اب قتل خطا کے کفارے میں ہر غلام کو آزاد نہیں کیا جا سکتا بلکہ صرف مومن ہی کو آزاد کیا جائے گا۔

مقید کا حکم :

جب کوئی لفظ مقید وارد ہو تو اس میں قید کا اعتبار کرنا واجب ہے جب تک کوئی ایسا لفظ وارد نہ ہو جو اس قید کو باطل کرنے کا فائدہ دے۔



بیماری بھی نعمت ہے

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجددین و ملت حضرت علامہ و مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں: ”اگر چالیس دن گزر جائیں کہ کوئی علت (یعنی بیماری یا تکلیف) یا قلت (تنگی) یا ذلت نہ ہو تو خوف کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔“ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص ۲۰۹، مکتبۃ المدینہ)

سبق نمبر (5)

.....مشترک و مؤول کا بیان.....

مشترک کی تعریف :

مشترک وہ لفظ ہے جو دو یا دو سے زائد مختلف معانی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

مشترک کی مثال :

لفظ ”مشتري“ دو معانی میں مستعمل ہے یعنی ”خریدار“ اور ”آسمانی ستارہ“ اسی طرح لفظ ”جارية“، کبھی ”لوٹڈی“ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی ”کشتی“ کے لئے۔ لہذا یہ دونوں الفاظ مشترک ہیں۔

مشترک کا حکم :

مشترک کے کئی معانی میں سے جب کوئی معنی بطور مراد متعین ہو جائے تو دیگر معانی کا اعتبار ساقط ہو جائے گا۔ جیسے اگر کہا جائے: ”جاء المشتري بالمبيع“ تو یہاں لفظ ”مشتري“ سے ”خریدار“ ہی مراد لیا جائے گا اگرچہ یہ آسمانی ستارے کے لئے بھی مستعمل ہے لیکن یہ معنی اس لئے نہیں لیا جاسکتا کیوں کہ لفظ مشتري سے پہلے ”جاء“ اور اس کے بعد ”المبيع“ ایسے قرائن موجود ہیں جن سے قائل کی مراد کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

مؤول کی تعریف :

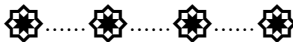
جب غالب رائے سے مشترک کے کسی ایک معنی کو ترجیح حاصل ہو جائے تو اسے مؤول کہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ [البقرة: ۲۳۰] ترجمہ کنز الایمان: ”جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔“ لفظ ”نکاح“ کا معنی عقد (شادی) بھی ہے اور ”وطی“ بھی لیکن احناف نے جب غالب رائے سے یہاں ایک معنی یعنی ”وطی“ مراد لے لیا تو اس آیت میں موجود لفظ نکاح مؤول ہو گیا یعنی اس کا ایک معنی غالب رائے سے ترجیح پا گیا۔

نوٹ:

غالب رائے سے مراد قیاس سے حاصل ہونے والا ظن یا خبر واحد یا نصوص میں موجود دیگر قرآن ہیں۔

مؤول کا حکم :

مؤول پر عمل کرنا واجب ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال رہتا ہے۔ کیونکہ اس میں تاویل مجتہد کی طرف سے ہوتی ہے اور دلیل ظنی کے ساتھ لفظ کی مراد بیان کی جاتی ہے، بالفاظ دیگر اپنے مرادی معنی میں قطعی نہ ہونے کی وجہ سے اس میں دوسرے معنی کا بھی احتمال باقی رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔



سبق نمبر (6)

.....حقیقت و مجاز کا بیان.....

حقیقت و مجاز کی تعریف :

لغت کے واضح نے جو لفظ جس معنی کے لئے وضع کیا اگر وہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہو تو حقیقت ورنہ مجاز کہلاتا ہے۔ جیسے اگر ”شیر“ کے لئے لفظ (اسد) بولا جائے تو حقیقت اور کسی ”بہادر شخص“ کے لئے بولا جائے تو مجاز ہے۔ کیونکہ واضح نے لفظ (اسد) کو شیر کے لئے وضع کیا تھا نہ کہ کسی بہادر شخص کے لئے۔

اسی طرح فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ : لا تَبِيعُوا الدَرَهْمَ بالدَرِهْمَيْنِ وَلَا الصَّاعَ بالصَّاعَيْنِ. (ایک درہم کو دو درہموں کے عوض اور ایک صاع کو دو صاع کے عوض مت بیچو) اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ ایک صاع (جو کہ ایک پیانہ ہے) کو دو صاع کے عوض مت بیچو بلکہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ یہاں صاع سے مراد مجاز اوہ ثئی ہے جو اس پیانے (صاع) میں ناپ کر دی جاتی ہے۔ لہذا یہاں ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے۔

نوٹ:

(۱)..... لفظ صاع سے پیانہ مراد لینا حقیقت اور اس پیانے میں ناپ کر

دی جانے والی چیز مراد لینا مجاز ہے۔

(۲)..... صاع تقریباً چار کلو ایک سو گرام کا ہوتا ہے۔

تنبیہ:

ایک لفظ سے ایک ہی حالت میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد نہیں لئے جاسکتے یا تو حقیقی معنی مراد ہوگا یا مجازی جیسے سابقہ مثال، کیونکہ حقیقت اصل ہے اور مجاز مستعار۔

☆..... حقیقت کی اقسام.....☆

حقیقت کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

(۱)..... حقیقت متعذرہ (۲)..... حقیقت مجبورہ (۳)..... حقیقت مستعملہ

(۱)..... **حقیقت متعذرہ:**

ایسی حقیقت جس پر عمل مشکل ہو۔

مثال:

کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں اس کنویں سے نہیں پیوں گا تو اس سے اس کا حقیقی معنی (کنویں میں اتر کر پینا مراد نہیں لیا جائے گا) کیونکہ اس قسم کا فعل عادتاً مشکل ہے بلکہ چلو یا کسی برتن کے ذریعے پینا مراد لیا جائے گا۔ اسی لئے اگر حالف (قسم کھانے والا) کنویں میں داخل ہو کر بتکلف منہ سے پی بھی لے تو قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس پر عمل کرنا عادتاً مشکل ہے تو اس قول سے مجازی معنی یعنی چلو بھر کر پینا کسی برتن سے پینا مراد ہوگا۔

(۲)..... **حقیقت مجبورہ:**

ایسی حقیقت جس پر عمل کرنا تو آسان ہو لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ

دیا ہو۔

مثال :

اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو اس سے اس کا حقیقی معنی ”قدم رکھنا“ مراد نہیں لیا جائے گا کیونکہ لوگ اس سے یہ معنی مراد نہیں لیتے بلکہ عرف کے مطابق ”گھر میں داخل ہونا“ مراد لیا جائے گا۔

حقیقت متعذرہ و مہجورہ کا حکم :

جب حقیقت متعذریا مہجور ہو تو بالاتفاق مجازی معنی مراد لئے جائیں گے۔

(۳)..... **حقیقت مستعملہ :**

ایسی حقیقت جس پر عمل کیا جاتا ہو اگرچہ اس کے مجاز پر بھی عمل ہوتا ہو۔

مثال :

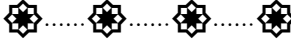
اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں اس گندم سے نہیں کھاؤں گا تو اس سے ”گندم کے دانے کھانا“ مراد لینا حقیقت ہے اور ”آٹا، ستو، روٹی وغیرہ کھانا“ مراد لینا مجاز ہے اور یہ دونوں ہی مستعمل ہیں۔

حقیقت مستعملہ کا حکم :

حقیقت مستعملہ کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کا مجاز متعارف ہوگا یا نہیں اگر مجاز متعارف ہے تو امام صاحب کے نزدیک حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک عموم مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور اگر مجاز متعارف نہیں ہے تو بالاتفاق حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

مجاز کا حکم :

مجاز کی طرف اسی وقت پھریں گے جبکہ حقیقت معذریا مجبور ہو۔



..... فوائد اصولیہ.....

☆..... جو مباح بنیت محمودہ کیا جائے وہ شرعاً محمود ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۳/۲۸۳)

☆..... جو دلالت النص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہوتا ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔ (ایضاً)

☆..... علماء جب کراہت مطلق بولتے ہیں تو اس سے کراہت تحریم مراد لیتے ہیں۔

(ایضاً ۵۰۱)

☆..... ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ (ایضاً ۵۲۴)

☆..... (المعروف کالمشروط) یعنی عرف میں جو کچھ مشہور ہے وہ اسی طرح ہے جیسے شرط کر دیا گیا۔

(ایضاً ۵۳۷)

☆..... جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ (ایضاً)

فقہ عملی کی اقسام

فقہ عملی کی تین اقسام ہیں:

(۱)..... عبادات (۲)..... معاملات (۳)..... عقوبات

☆..... عبادات : یہ پانچ ہیں:

(۱)..... نماز (۲)..... روزہ (۳)..... حج (۴)..... زکوٰۃ (۵)..... جہاد

☆..... معاملات : یہ بھی پانچ ہیں:

(۱)..... معاوضات مالیہ (۲)..... مناکحات (۳)..... مخاصمات (۴)..... امانات (۵)..... تزکات

☆..... عقوبات : یہ بھی پانچ ہیں:

(۱)..... قصاص (۲)..... حد سرقہ (۳)..... حد زنا (۴)..... حد قذف (۵)..... حد ارتداد

(مجموعہ قواعد الفقہ ص ۳)

سبق نمبر (7)

لفظ کے کل یا بعض حقیقی معنی چھوڑ دینے کی صورتیں

جب حقیقت پر عمل مشکل یا ناممکن ہو تو کبھی لفظ کی حقیقت کے کل افراد چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور کبھی بعض، جب کسی لفظ کی حقیقت کے کل افراد چھوڑ دیئے جائیں تو مجاز کی طرف پھرنا ضروری ہوتا ہے لیکن جب کل افراد نہ چھوڑے گئے ہوں بلکہ بعض چھوڑ دیئے گئے ہوں تو اس وقت مجاز کی طرف نہیں پھریں گے بلکہ حقیقت قاصرہ (یعنی حقیقت کے بعض افراد) مراد لیں گے (کیونکہ کلام میں اصل حقیقت ہے)۔

ہم یہاں لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد چھوڑ دینے کی کچھ وجوہات اور ان کی صورتیں بیان کرتے ہیں۔

(۱)..... دلالت عرف :

بعض اوقات دلالت عرف کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جیسے اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں سر نہیں کھاؤں گا تو لفظ ”سر“ اپنے مدلول کے تمام افراد کو شامل ہے چاہے گائے بھینس بکری کا سر ہو یا چڑیا کا لیکن عرف میں اس قسم کے جملے سے چڑیا کا سر مراد نہیں لیا جاتا بلکہ گائے بکری وغیرہ کے سر مراد ہوتے ہیں اور یہی حقیقت قاصرہ ہے لہذا معلوم

ہوا کہ یہاں حقیقت کے بعض افراد یعنی چڑیا وغیرہ کے سر کو عرف کی بناء پر چھوڑ دیا گیا ہے اسی لئے اگر حالف نے اس قسم کے بعد چڑیا کا سر کھالیا تو اس سے نہ قسم ٹوٹے گی اور نہ کفارہ لازم آئے گا۔ اسی طرح بعض اوقات لفظ کی حقیقت کے تمام افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(۲)..... دلالتِ نفسِ کلام :

بعض اوقات دلالتِ نفسِ کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے یعنی کلام ہی ایسا ہو کہ ترک حقیقت پر دلالت کرے۔ جیسے اگر کوئی شخص کہے کہ میرا ہر مملوک آزاد ہے تو اس کلام کی وجہ سے وہی مملوک آزاد ہوگا جو کلی طور پر اس کی ملکیت میں ہو لہذا مکاتب غلام یا وہ غلام کہ جس کا بعض آزاد ہو، آزاد نہیں ہوں گے کیونکہ یہ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں نہیں۔

(۳)..... سیاقِ کلام کی دلالت :

بعض اوقات دلالتِ سیاقِ کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر سے کہے کہ ”نیچے اتر اگر تو مرد ہے“ تو سیاقِ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسے نیچے اترنے کی اجازت نہیں دی جا رہی بلکہ اسے دھمکی دی جا رہی ہے۔

نوٹ :

آگے آنے والے کلام کو سیاقِ کلام اور گزر جانے والے کلام کو سباقِ کلام کہتے ہیں۔ مذکورہ مثال میں ”اگر تو مرد ہے“ سیاقِ کلام اور ”نیچے اتر“ سباق

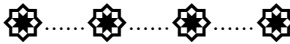
کلام ہے۔

(۴)..... دلالت متکلم :

بعض اوقات دلالت متکلم کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یعنی متکلم کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اسے دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں اس کے کلام کی کیا مراد ہے۔ مثلاً اگر کوئی مسافر کہے کہ مجھے گوشت لادو تو اس کے کلام کا حقیقی معنی تو یہ ہے کہ کچا گوشت لایا جائے لیکن اس کا مسافر ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں اس کی مراد کچا گوشت نہیں بلکہ پکا ہوا گوشت ہے۔

(۵)..... محل کلام کی دلالت :

بعض اوقات دلالت محل کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یعنی جس کے بارے میں کلام چلایا گیا ہو اس پر کلام کے حقیقی معنی صادق ہی نہ آئیں۔ مثلاً اگر کوئی آزاد عورت کسی مرد سے یہ کہے کہ ”میں نے اپنا آپ تجھے بیچا“ تو یہ بیع نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ عورت آزاد ہے لہذا یہاں اس کے کلام کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی یعنی ”نکاح“ مراد لیا جائے گا۔ اور حقیقی معنی کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ عورت بیع کا محل ہی نہیں کہ اس پر یہ کلام صادق آئے۔



سبق نمبر (8)

..... صریح و کنایہ کا بیان ❁

صریح کی تعریف :

صریح وہ لفظ ہے جس کی مراد بالکل واضح ہو اس طور پر کہ جب وہ لفظ بولا جائے تو مراد سمجھ میں آجائے۔

صریح کی مثال :

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا ”أَنْتِ طَالِقٌ“ تو فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اگرچہ وہ یہ کہے کہ غلطی سے میرے منہ سے نکل گیا تھا یا میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی کیونکہ لفظ ”طالق“ طلاق دینے میں بالکل صریح ہے اس میں نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ:

صریح میں نیت و تاویل کا اعتبار اس لئے نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح تو کوئی بھی شخص کچھ بھی صراحت کہہ کر مکرر سکتا ہے حتیٰ کہ معاذ اللہ کلمہ کفر تک بک کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میری یہ نیت نہیں تھی۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ ص ۱۸۹ پر شفاء شریف کے حوالے سے ہے کہ: ”التاویل فی لفظ صراح لا یقبل یعنی صریح لفظ میں تاویل قبول نہیں کی جاسکتی۔“

صریح کا حکم :

صریح سے کلام کی مراد ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ وہ خبر، صفت یا ندا ہی کیوں نہ ہو اور اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

کنایہ کی تعریف :

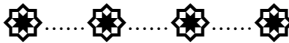
کنایہ وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو۔

کنایہ کی مثال :

اگر کسی نے اپنی زوجہ سے کہا ”اَنْتِ بَائِنٌ“ یعنی تو جدا ہے تو محض اس کے تکلم سے طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ بائن کے معنی تو معلوم ہیں یعنی ”عورت جدا ہے“، لیکن یہ نہیں معلوم کہ عورت مال سے جدا ہے یا خاندان سے یا شوہر سے۔ اس لئے طلاق کے واقع ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شوہر طلاق کی نیت کرے یا ندا کرے طلاق موجود ہو، ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

کنایہ کا حکم :

نیت یا دلالتِ حال پائے جانے کے وقت کنایہ کا حکم ثابت ہوتا ہے جیسے: ”اَنْتِ بَائِنٌ“ سے اس وقت طلاق واقع ہوگی جب قائل نیتِ طلاق کرے یا پھر ندا کرے طلاق ہو۔



سبق نمبر (9)

.....ظہور و خفا کی اقسام.....

مقابلات :

مقابلات سے مراد وہ آٹھ چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں واقع ہوتی ہیں۔ جیسے ”ظاہر“ کے مقابلے میں ”خفی“، ”نص“ کے مقابلے میں ”مشکل“، ”مفسر“ کے مقابلے میں ”مجل“، اور ”محکم“ کے مقابلے میں ”متشابہ“۔ اب ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ وضاحت کی جاتی ہے۔

ظاہر کی تعریف :

ظاہر سے مراد وہ کلام ہے جسے محض سنتے ہی اس کی مراد بغیر کسی تامل (غور و فکر) کے سامع پر واضح ہو جائے۔

ظاہر کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ [البقرة: ۲۷۵] ترجمہ کنز الایمان: ”اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔“ اس کلام کو اس لیے لایا گیا تا کہ کفار کے اس دعویٰ کی تردید ہو کہ بیع اور سود دونوں ایک ہی ہیں۔ لہذا اس کلام کو سنتے ہی اسکی مراد سامع پر بالکل واضح ہو گئی کہ بیع اور سود کے درمیان فرق ہے۔

نص کی تعریف :

لفظ (کلام) کو جس معنی کیلئے چلایا گیا ہو تو وہ لفظ اس معنی کے لئے نص کہلاتا ہے۔

نص کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ [النساء: 3] ترجمہ کنز الایمان: ”تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔“ یہاں کلام کو یہ بیان کرنے کے لئے چلایا گیا ہے کہ مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ کتنی شادی کر سکتا ہے۔

نوٹ:

بعض اوقات ہر دلیل سمعی (قرآن، حدیث اور اجماع) کو بھی نص کہہ دیا جاتا ہے۔

ظاہر و نص کا حکم :

ظاہر و نص پر عمل کرنا واجب ہے خواہ یہ عام ہوں یا خاص لیکن ارادہ غیر کا احتمال باقی رہتا ہے۔ (کیونکہ ان میں تاویل و تخصیص ہو سکتی ہے)

مفسر کی تعریف :

مفسر وہ کلام ہے جس کی مراد متکلم کے بیان سے ایسی ظاہر ہو کہ اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال نہ رہے۔

مفسر کی مثال :

اگر کوئی شخص کہے: ”تَزَوَّجْتُ فَلَانَةَ شَهْرًا بَكْدًا“، یعنی میں نے فلاں عورت سے ایک مہینے کیلئے اتنے مہر پر نکاح کیا۔ تو اس کلام میں لفظ ”تَزَوَّجْتُ“ سے اس بات کا احتمال پیدا ہو رہا تھا کہ ہو سکتا ہے اس نے نکاح متعہ مراد لیا ہو لیکن جب آگے لفظ ”شہرا“ ذکر کیا تو اس سے متکلم کی مراد واضح ہو گئی کہ اس نے متعہ ہی کیا ہے۔

محکم کی تعریف :

وہ کلام جس میں متکلم کی مراد مفسر سے اس قدر زیادہ ظاہر ہو کہ اس کا خلاف کسی طور پر بھی جائز نہ ہو۔

محکم کی مثال :

کوئی شخص اقرار کرے کہ ”لِفُلَانٍ عَلَيَّ أَلْفٌ مِنْ ثَمَنِ هَذَا الْعَبْدِ“، یعنی فلاں کے مجھ پر اس غلام کی قیمت کے ہزار روپے ہیں تو اس شخص کا یہ کلام اس بارے میں محکم ہے کہ اس پر اس غلام کے عوض ہزار روپے ہیں۔

مفسر و محکم کا حکم :

مفسر و محکم پر ہر حال میں عمل کرنا واجب ہے۔
اب ہم ان کے متقابلات ذکر کرتے ہیں۔

خفی کی تعریف :

خفی وہ لفظ ہے کہ جس کی مراد کسی عارض کی وجہ سے پوشیدہ ہو، نہ کہ صیغہ کی

حیثیت سے۔

خفی کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾ [النور: ۲] ترجمہ کنز الایمان: ”جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔“ یہ آیت مبارکہ زانی کے حق میں تو ظاہر ہے لیکن لوطی کے بارے میں پوشیدہ ہے کہ آیا لوطی بھی اس حکم میں داخل ہے یا نہیں۔

خفی کا حکم :

خفی کے معانی اور محتملات کی تلاش واجب ہے یہاں تک کہ خفاء دور ہو جائے۔

مشکل کی تعریف :

وہ لفظ جس میں خفی سے بھی زیادہ خفا اور پوشیدگی پائی جائے، اور اپنے دیگر افراد میں اس طرح گھل مل گیا ہو کہ اس کی پہچان مشکل ہو گئی ہو حتیٰ کہ اس کے معانی کی طلب اور پھر ان میں غور و فکر سے اپنے ہم شکل افراد سے ممتاز کر دے۔

مشکل کی مثال :

اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ سالن کے ساتھ روٹی تر کر کے نہیں کھاؤں گا تو اس کا یہ کلام ”سرکہ“ اور ”کھجور کے شیرہ“ کے بارے میں تو ظاہر ہے اس طور پر کہ اگر سرکہ اور انگور سے روٹی کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی لیکن ”بھنے ہوئے

گوشت“ اور ”انڈے“ کے بارے میں مشکل ہے۔ لہذا سب سے پہلے ہم لفظ ”ادام“ کے معنی کی طلب اور پھر اس میں غور و فکر کریں گے کہ گوشت اور انڈہ ادام میں داخل ہیں یا نہیں، اسکے بعد حائث ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

نوٹ :

”ادام“ وہ چیز ہے جو روٹی کے ہمراہ تبعاً کھائی جائے اس طور پر کہ وہ چیز روٹی میں سرایت کر جائے۔

مشکل کا حکم :

اس کے معنی کی طلب اور پھر اس میں تامل (غور و فکر کرنا) واجب ہے۔

مجمل کی تعریف :

مجمل وہ لفظ ہے جو کئی معانی کا احتمال رکھتا ہو اور متکلم کی طرف سے بیان کرنے پر اسکی مراد ظاہر ہو۔ (مجمل اشتباہ میں مشکل سے بھی زائد ہوتا ہے)

مجمل کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿حَرَّمَ الرَّبَا﴾ [البقرة: ۲۷۵] ترجمہ کنز الایمان: ”اور حرام کیا سود۔“ ربا ”مطلقاً زیادتی“ کو کہتے ہیں اور یہ یہاں مراد نہیں بلکہ ایک ہی جنس کی ملکیتی اور موزونی اشیاء کی بیع میں وہ زیادتی مراد ہے جس کے مقابلے میں عوض نہ ہو۔

متشابه کی تعریف :

وہ لفظ جس کی مراد دنیا والوں کو معلوم نہ ہو اگرچہ آخرت میں معلوم ہو

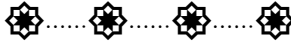
جائے۔

متشابه کی مثال :

قرآن پاک کی بعض سورتوں کے شروع میں موجود حروف مقطعات۔

مجمل اور متشابه کا حکم :

ان کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے یہاں تک کہ اسکی وضاحت ہو جائے۔

**ضابطہ کلیہ واجبة الحفظ.....**

ضابطہ کلیہ واجبة الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و ترک محرمات کو ارضائے رُخلاق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پرواہ نہ کرے، اور اتیانِ مستحب و ترکِ غیرِ اولیٰ پر مداراتِ خلق و مراعاتِ قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے، اسی طرح جو عادات و رسومِ خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مطہر سے ان کی حرمت و شناعیت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفع و تنزہ کے لئے خلاف و جدائی نہ کرے کہ یہ سب امور استتلاف و مواسات کے معارض اور مراد و محبوبِ شارع کے مناقض ہیں، ہاں و ہاں، ہوشیار و گوش دار، کہ یہ وہ نکتہٴ جلیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوچہٴ سلامت و جادہٴ کرامت ہے جس سے بہت زاہدانِ خشک و اہل تکلفِ غافل و جاہل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغرور حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں، خبردار و محکم گیر! یہ چند سطروں میں علمِ غزیر، وباللہ التوفیق والیہ المصیر۔

(فتاویٰ رضویہ ۴/۵۲۸)

سبق نمبر (10)

.....متعلقاتِ نصوص کا بیان.....

متعلقاتِ نصوص :

نصوص کی اپنے معانی پر دلالت مندرجہ ذیل طریقوں سے ہوتی ہے۔
 ۱۔ عبارت النص ۲۔ اشارۃ النص ۳۔ دلالت النص ۴۔ اقتضاء النص۔
 انہیں متعلقاتِ نصوص کہتے ہیں۔

عبارة النص کی تعریف :

کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے جو کلام چلایا جائے اسے عبارة النص کہتے ہیں۔

مثال:

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾ [الحشر: ۸] ترجمہ کنز الایمان: ”ان فقیر ہجرت کرنے والوں کیلئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔“ یہ کلام اس بات (حکم) کو ثابت کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ جو مہاجر فقیر ہیں مالِ غنیمت میں انکا بھی حق ہے لہذا مالِ غنیمت کے مستحق افراد کے بیان میں یہ عبارة النص ہے۔

عبارة النص کا حکم :

یہ قطعیت کا فائدہ دیتی ہے جبکہ عوارض سے خالی ہو اور تعارض کے وقت اسے اشارۃ النص پر ترجیح حاصل ہوگی۔

اشارۃ النص کی تعریف :

نص سے بغیر کسی زیادتی کے جو معنی و حکم اشارۃ سمجھ میں آ رہا ہو اسے اشارۃ النص کہتے ہیں۔ نیز اس کے لئے کلام نہیں چلایا جاتا۔

اشارۃ النص کی مثال :

جیسے مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کافر مسلمان کے مال پر قبضہ کرے تو مسلمان کے مال پر کافر کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اس لیے کہ اگر مسلمان کا مال اس کی اپنی ہی ملکیت میں رہے اور کفار کی اس میں ملکیت ثابت نہ ہو تو پھر مسلمان کا فقر ثابت نہیں ہوگا، حالانکہ آیت میں مسلمانوں کو ایسی صورت میں فقراء فرمایا گیا ہے۔

دلالت النص کی تعریف :

ایسا معنی جو لغوی طور پر حکم منصوص علیہ کی علت سمجھا جائے۔

دلالت النص کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَوْ وَلَا تَنْهَرُهُمَا﴾ [الاسراء: ۲۳] ترجمہ کنز الایمان: ”تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا۔“ لغت کا جاننے والا اس آیت کو سنتے ہیں یہ بات جان لے گا کہ ماں

اور باپ کو اف کہنا اس لیے حرام ہے کہ اس میں ان کو اذیت ہوتی ہے اس سے دلالت یہ بھی ثابت ہو گیا کہ انہیں مارنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ بھی اذیت کا سبب ہے۔

نوٹ: مذکورہ آیت میں اف کہنے اور مارنے میں علتِ مشترکہ اذیت ہے اور مارنا ایسی شئی ہے جو کلام میں مذکور نہیں۔

دلالت النص کا حکم :

منصوص علیہ میں پائی جانے والی علت جہاں پائی جائے گی اس کا حکم بھی وہاں پایا جائے گا۔

نوٹ: دلالت النص صریح نص کے قائم مقام ہے نیز احناف کے نزدیک یہ اقتضاء النص سے قوی ہے۔

اقتضاء النص کی تعریف :

وہ معنی جسے مقدر مانے بغیر کلام کی دلالت درست نہ ہو۔

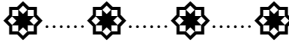
اقتضاء النص کی مثال :

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ ترجمہ کنز الایمان: ”حرام ہوں تم پر تمہاری مائیں۔“ حالانکہ مائیں نہیں بلکہ ان سے نکاح حرام ہے لہذا کلام کے تقاضے کے مطابق یہاں ”نکاحہن“ کے الفاظ محذوف ہیں اور یہ اقتضاء النص ہے۔

اقتضاء النص کا حکم :

اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے ثابت ہونے والی چیز بقدرِ ضرورت ہی ثابت

ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے ”اَنْتِ طَالِقٌ“ اور اس سے وہ تین طلاق کی نیت کرے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ مذکورہ طلاق بطریق اقتضاء ہی مقدر ہوگی اور ضرورت بقدر ضرورت ہی ثابت ہوتی ہے اور یہ ایک طلاق سے پوری ہو جائے گی۔



..... الاصل فی الاشياء الاباحہ.....

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

(۱)..... ماورائے و ما و فروج و مضار و خبائث (یعنی خون، شرمگاہ، ضرر رساں و ناپاک اشیاء کے علاوہ)، تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔
(فتاویٰ رضویہ ۵/۵۲۲)

(۲)..... اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق صرف وہی ممنوع و مذموم ہے باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی۔ خاص ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو، تو شخص جس فعل کو ناجائز و حرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ: اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے، اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل کافی ہے۔
(فتاویٰ رضویہ ۲۶/۵۲۵)



کسی فعل میں سنت اور کراہت کے اقوال جمع ہو جائیں تو...؟؟؟

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

”اَلْفِعْلُ اِذَا تَرَدَّدَ بَيْنَ السُّنَنِ وَالْكَرَاهَةِ كَانَ تَرَكُهُ اَوَّلَى“، یعنی جب کسی فعل کے سنت اور مکروہ ہونے میں مختلف اقوال جمع ہو جائیں تو اس کا ترک اولیٰ ہے، جیسے: ”خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا“ بعض علماء نے سنت لکھا اور بعض نے مکروہ، اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں، تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ۸/۳۰۳)

سبق نمبر (11)

..... امر کا بیان ❁

امر کی تعریف :

امر کا لغوی معنی یہ ہے کہ ”کوئی شخص دوسرے سے کہے افعال یہ کام کر“۔ اور شرع میں ”تَصَرُّفُ اِلْزَامِ اَلْفِعْلِ عَلٰی اَلْغَيْرِ“ یعنی دوسرے پر فعل کو لازم کرنے کا تصرف امر کہلاتا ہے۔

امر مطلق کی تعریف :

وہ امر جس میں کسی قرینہ یا دلیل سے یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں امر مطلق کہلاتا ہے۔

امر مطلق کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الاعراف: ۲۰۴] ترجمہ کنز الایمان: ”اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔“ احناف کا مختار یہ ہے کہ مطلق امر وجوب کیلئے آتا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امر کا ترک معصیت (گناہ) ہے اور جس چیز کے ترک پر گناہ ہو اس کا کرنا واجب ہوتا ہے لہذا امر کا موجب وجوب ہے۔

امر مطلق کا حکم :

جب تک اس امر مطلق کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

☆..... مامور بہ کی اقسام باعتبار وقت.....☆

مامور بہ (یعنی جس بات کا حکم دیا گیا) کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں :

(۱)..... مطلق عن الوقت (۲)..... مقید بالوقت

مطلق عن الوقت کی تعریف :

وہ مامور بہ جس کی ادائیگی محدود وقت کے ساتھ مقید نہ ہو بایں طور کہ وقت کے گذر جانے سے مامور بہ فوت ہو جائے بلکہ پوری عمر میں کسی بھی وقت ادا کرنا ادا ہی کہلائے گا۔

مطلق عن الوقت کی مثال :

اس کی مثال زکوٰۃ، عشر، صدقہ فطر، حج وغیرہ ایسے افعال ہیں کہ ان کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ زندگی میں جب بھی ادا کریں گے تو ادا ہی کہلائیں گے قضاء نہیں۔

مطلق عن الوقت کا حکم :

اس کی ادائیگی فوراً ضروری نہیں بلکہ تاخیر کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ زندگی میں فوت نہ ہو۔

مقید بالوقت کی تعریف :

وہ مامور بہ جس کی ادائیگی کیلئے وقت مقرر ہو اور وقت کے اندر اندر ادا کی

ضروری ہو ورنہ قضاء کہلائے گا۔

مقید بالوقت کی مثال :

اس کی مثال پانچ وقت کی نمازیں اور رمضان المبارک کے روزے ہیں کہ ان افعال کیلئے ایک وقت مقرر ہے اگر اسی وقت میں ادائیگی نہیں کریں گے تو پھر یہ قضاء کہلائیں گے۔

☆..... مقید بالوقت کی اقسام.....☆

اس کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں :

(۱)..... وہ مامور بہ جس کیلئے وقت ظرف ہے۔

(۲)..... وہ مامور بہ جس کیلئے وقت معیار ہے۔

پہلی قسم کی وضاحت :

وہ مامور بہ جو تمام وقت کو محیط نہیں ہوتا بلکہ وقت کے کسی بھی حصے میں پایا جاسکتا ہو۔

مثال :

نماز ظہر و عشاء کہ ان کیلئے کافی وقت ہوتا ہے اگرچہ ان کی ادائیگی چند منٹ میں ہی ہو جاتی ہے۔

اسکے احکام :

(۱)..... اس وقت میں اس فعل کی جنس سے دوسرے فعل کا واجب ہونا

اس کے منافی نہیں ہوتا۔

(۲)..... مامور بہ معین نیت کے بغیر ادا نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کی وضاحت :

وہ مامور بہ جو تمام وقت کو محیط ہو اور وقت کی کمی و زیادتی سے گھٹتا بڑھتا رہے۔

مثال :

روزہ سردیوں میں ایام کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے چھوٹا اور گرمیوں میں ایام کے بڑا ہونے کی وجہ سے بڑا ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ وقت روزہ کے لئے معیار ہے۔

دوسری قسم کا حکم :

اس وقت میں مخصوص عبادت کے علاوہ اس جنس کی کوئی دوسری عبادت جائز نہیں ہے۔

☆..... حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام.....☆

حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں :

۱۔ حسن بنفسہ ۲۔ حسن بغیرہ

حسن بنفسہ کی تعریف :

وہ مامور بہ جس میں بذات خود اچھائی پائی جائے۔

حسن بنفسہ کی مثال :

اللہ عزوجل پر ایمان لانا، سچ بولنا، عدل و انصاف کرنا، نماز پڑھنا، وغیرہ

وغیرہ۔

حسن بنفسہ کا حکم :

جب بندے پر اس کی ادائیگی واجب ہو جائے تو بغیر ادائیگی یہ ساقط نہیں ہوتا۔

نوٹ :

حسن بنفسہ میں بعض افعال تو وہ ہیں کہ جو کبھی بھی ساقط نہیں ہوتے جیسے اللہ عز و جل پر ایمان لانا۔ اور بعض افعال وہ ہیں جو ادائیگی سے یا پھر امر کے ساقط ہونے سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جیسے اول وقت میں نماز واجب ہوگی تو یہ ادائیگی سے ساقط ہو جائیگی یا پھر آخر وقت تک حیض و نفاس یا جنون کا معاملہ پیش آنے کی وجہ سے امر کے ساقط ہونے کے سبب اسکی ادائیگی بھی ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ شرع نے اسے سقوطِ صلوٰۃ کے اسباب میں شمار کیا ہے لیکن تنگی وقت یا لباس و پانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

حسن لغیرہ کی تعریف :

وہ مامور بہ جو غیر کی وجہ سے حسن ہو جائے۔

مثال :

اس کی مثال وضو اور سعی الی الجمعہ ہے۔ وضوء اس لئے حسن ہے کہ یہ نماز کی کنجی اور اس کے لئے شرط ہے اور سعی الی الجمعہ اس لئے حسن قرار پائی کہ یہ جمعہ کی ادائیگی میں معاون ہے۔

حسن لغیرہ کا حکم :

جب وہ واسطہ ساقط ہو جائے جس کی وجہ سے اس (مامور بہ) میں حسن آیا تھا تو مامور بہ بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ لہذا جس سے جمعہ ساقط ہو جائے اس سے سعی کا وجوب بھی ساقط ہو جائے گا اسی طرح سقوط نماز وضو کے وجوب کو بھی ساقط کر دیتا ہے۔

☆..... ادا نیگی کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام.....☆

اس اعتبار سے مامور بہ کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔ اداء ۲۔ قضاء

اداء کی تعریف :

عین واجب کو اس کے مستحق کے حوالے کرنا اداء کہلاتا ہے۔ جیسے وقت پر نماز پڑھنا۔

قضاء کی تعریف :

واجب کی مثل کو اس کے مستحق تک پہنچانا قضاء کہلاتا ہے۔ جیسے نماز کو وقت گزار کر پڑھنا۔

☆..... اداء کی اقسام.....☆

اداء کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔ ادائے کامل ۲۔ ادائے قاصر

ادائے کامل کی تعریف :

مامور بہ کو صحیح و مشروع طور پر اور تمام حقوق کے ساتھ بجالانا ادائے کامل کہلاتا ہے۔

مثال :

نماز کو اس کے وقت پر باجماعت ادا کرنا، با وضوء ہو کر طواف کعبۃ اللہ کرنا، بیع کو اسی طرح مشتری کے حوالے کرنا جس طرح عقد اس کا تقاضا کرتا ہے۔

حکم :

جب اس انداز میں ادائیگی ہو جائے تو مامور کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اگر غاصب مغصوبہ شے اس کے مالک کو بیچ دے، ہبہ کر دے، اس کے پاس رہن کے طور پر رکھو دے یا کسی بھی طریقے سے مالک کے سپرد کر دے تو وہ ذمہ داری سے برطرف ہو جائے گا اور غاصب کا یہ کلام کہ: میں نے بیچا، رہن رکھوایا، ہبہ کیا وغیرہ سب لغو قرار پائے گا کیونکہ وہ اس شے کا مالک نہیں۔

ادائے فاقصہ کی تعریف :

واجب کو بعینہ لیکن اس کی صفت میں کچھ نقصان کے ساتھ مستحق کے حوالے کرنا ادائے قاصر کہلاتا ہے۔

حکم :

اگر اس کی مثل کے ساتھ نقصان پورا ہو سکتا ہے تو نقصان کو پورا کیا جائے گا

ورنہ نقصان ساقط ہو جائے گا البتہ گناہ باقی رہے گا۔ اسی وجہ سے اگر کسی شخص نے نماز میں تعدیل ارکان کو چھوڑ دیا تو اس کا تدارک اس کی مثل سے کرنا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ بندے کے پاس اس کا کوئی مثل نہیں ہے لہذا یہ ساقط ہو جائے گا، ہاں اگر کسی نے ایام تشریق میں نماز چھوڑ دی تو اس کی قضاء غیر ایام تشریق میں ہو سکتی ہے لیکن جہر التکبیر تشریق نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ محل فوت ہو جانے سے یہ بھی فوت ہوگئی۔

نوٹ :

یاد رہے کہ اداء و قضاء کے باب میں اصل اداء ہے چاہے کامل ہو یا ناقص، اور قضاء کی طرف اسی وقت لوٹیں گے جبکہ اداء ممکن نہ ہو۔

☆.....قضاء کی اقسام.....☆

قضاء کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

- ۱۔ قضاءً کامل ۲۔ قضاءً قاصر

قضاء کے کامل کی تعریف :

مستحق تک ایسی چیز پہنچانا جو صورت اور معنی دونوں طرح واجب کی مثل ہو۔

مثال :

کسی نے گندم غصب کی اور پھر وہ اس سے ہلاک ہوگئی اب ضمان کے طور پر وہ اتنی ہی گندم دے تو یہ قضاءً کامل ہے، قضا اس لئے کہ یہ وہ گندم نہیں جو اس نے غصب کی تھی اور کامل اس لئے کہ یہ صورت و معنی اسی گندم کی طرح ہے، صورتاً

اس لئے کہ یہ ایسی گندم جیسی ہے اور معنی اس لئے کہ یہ اتنی ہی قیمت کی ہے۔

قضائے فاصر کی تعریف :

وہ چیز مستحق کے حوالے کرنا جو واجب کی مثل صوری نہیں بلکہ مثل معنوی ہو۔

قضائے فاصر کی مثال :

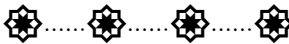
اگر کسی نے بکری غصب کر لی پھر وہ اس سے ہلاک ہو گئی تو اب غاصب اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہاں بکری کی قیمت دینا مثل معنوی ہے صوری نہیں۔

مثل شرعی کی تعریف :

وہ مثل جو واجب کے کسی طرح بھی مشابہ نہ ہونہ صورت اور نہ ہی معنی البتہ شریعت نے اسے مثل قرار دیا ہو۔

مثل شرعی کی مثال :

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو خطا قتل کر ڈالے تو یہ ایک ایسا فعل ہے جس کا نہ تو کوئی مثل صوری ہے اور نہ ہی مثل معنوی۔ لیکن شریعت مطہرہ نے دیت کو اس کا مثل قرار دیا ہے لہذا دیت قتل خطا کا مثل ہے۔ باوجود اس کے کہ ان دونوں کے مابین کوئی مشابہت نہیں ہے۔



سبق نمبر (12)

..... نہی کا بیان ❁

نہی کی تعریف :

نہی کا لغوی معنی روکنا، منع کرنا ہے اور اصطلاح میں اپنے سے کم رتبہ کو کسی کام کے ترک کرنے کیلئے کہنا یا بلند مرتبہ ہونے کی بنیاد پر دوسرے کو کہنا کہ فلاں کام نہ کرو نہی کہلاتا ہے۔

☆..... نہی کی اقسام.....☆

نہی کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں :

۱۔ افعالِ حسیہ سے نہی ۲۔ تصرّفاتِ شرعیہ سے نہی

۱۔ افعالِ حسیہ :

وہ افعال جن کی معرفت کا دار و مدار حس پر موقوف ہونہ کہ شریعت پر۔

افعالِ حسیہ سے نہی کی مثال :

افعالِ حسیہ سے نہی کی مثال زنا کاری، شراب نوشی، جھوٹ بولنا، ظلم کرنا، وغیرہ وغیرہ سے منع کرنا کیونکہ یہ ایسے افعال ہیں کہ ان سے نہی شریعت پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ عرفاً و حساً بھی ان افعال کو بُرا جانا جاتا ہے۔

افعال حسیہ سے نہی کا حکم :

جس فعل پر نہی وارد ہوئی ہے منہی عنہ (جس چیز سے منع کیا گیا) اس چیز کا عین ہوتی ہے لہذا منہی عنہ ذاتی طور پر فہج اور بالکل جائز نہ ہوگی۔

۲۔ تصرفات شرعیہ :

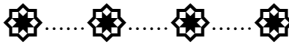
وہ افعال جن کی معرفت کا دار و مدار شریعت پر موقوف ہو۔

تصرفات شرعیہ سے نہی کی مثال :

یومِ نحر میں روزہ رکھنا، اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنا، ایک درہم کی دو درہم کے بدلے بیع کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ افعال ہیں کہ ان سے ممانعت شریعت مطہرہ پر موقوف ہے۔

تصرفات شرعیہ سے نہی کا حکم :

منہی عنہ اس چیز کا غیر ہوتی ہے جس پر نہی وارد ہوئی ہے لہذا منہی عنہ میں ذاتی طور پر حسن پایا جاتا ہے اور غیر کی وجہ سے وہ فہج ہوتی ہے اور اس کا مرتکب غیر کی وجہ سے حرام کا مرتکب ہوتا ہے اس کی ذات کی وجہ سے نہیں۔ جیسے عید کے دن روزہ رکھنا یہ بنفسہ ایک فعل حسن ہے لیکن چونکہ اللہ عزوجل کی ضیافت سے اعراض ہے اس لیے اس میں فہج آ گیا۔



سبق نمبر (13)

..... معرفتِ نصوص کے طریقے.....

نصوص خواہ آیات مبارکہ ہوں یا احادیث مبارکہ ان کی مراد جاننے کے مختلف طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ :

جب کوئی لفظ کسی ایک معنی کیلئے بطور حقیقت اور دوسرے معنی کیلئے بطور مجاز استعمال ہو تو حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

مثال :

جب کوئی لڑکی زنا سے پیدا ہوئی ہو تو اس لڑکی سے وہ زانی مرد نکاح نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ [النساء: ۲۳] ترجمہ کنز الایمان: ”حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں۔“ لہذا وہ لڑکی اس مرد کی حقیقی بیٹی ہے اگرچہ یہ لڑکی مجازاً اس کی بیٹی نہیں سمجھی جاتی کیونکہ نکاح کے بغیر پیدا ہوئی ہے لیکن چونکہ وہ اس کے پانی سے پیدا ہوئی ہے لہذا حقیقتاً وہ اس کی بیٹی ہے اور یہاں حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

دوسرا طریقہ :

جب کسی لفظ کے معنی میں دو احتمال ہوں اور ان میں سے کسی ایک کی وجہ

سے نص میں تخصیص واجب ہوتی ہو تو جو معنی تخصیص کو مستلزم نہ ہو وہ مراد لینا اولیٰ ہے۔

مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ [النساء: ۴۳] ترجمہ کنز الایمان: ”یا تم نے عورتوں کو چھوا۔“ اگر ملامت کو جماع پر محمول کریں تو جماع کی تمام صورتوں پر عمل ہو جائے گا اور اگر ہاتھ لگانے پر محمول کریں تو یہ نص کثیر صورتوں کے ساتھ خاص ہوگی کیونکہ اس میں محارم اور چھوٹے بچوں کا چھونا بھی آجائے گا لہذا یہاں پہلا معنی مراد لیں گے۔

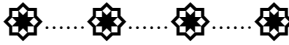
تیسرا طریقہ :

جب کوئی نص قرآنی دو قراءتوں سے پڑھی جائے یا کوئی حدیث دو روایتوں سے مروی ہو تو ایسے طریقے پر عمل کرنا اولیٰ ہے جس سے دونوں صورتوں پر عمل ہو سکے۔

مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَأَمْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة: ۶] ترجمہ کنز الایمان: ”اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔“ اس آیت مبارکہ میں ارجلکم کو نصب و جر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے نصب کی صورت میں مغسول پر عطف ہے اور معنی یہ ہیں: اور اپنے سر کا مسح کرو اور دھوؤ اپنے پاؤں کو۔ اور جر کی صورت میں

ممسوح پر عطف ہوگا اور معنی یہ ہونگے: اور اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں کا ٹخنوں تک۔ اب دونوں پر عمل کرنے کی صورت یہ ہے کہ جر والی قراءت کو موزے پہننے کی صورت اور نصب والی قراءت کو موزے نہ پہننے والی صورت پر محمول کیا جائے گا۔



..... رزق میں برکت کا وظیفہ.....

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجددین و ملت حضرت علامہ و مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں:

”ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ”دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی“، فرمایا: ”کیا وہ تسبیح تمہیں یاد نہیں جو تسبیح ہے ملائکہ کی اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے، خلق دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل و خوار ہو کر، طلوع فجر کے ساتھ سو بار کہا کر ”سبحن اللہ وبحمدہ سبحن اللہ العظیم وبحمدہ استغفر اللہ“ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات دن گزرے تھے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: ”حضور! دنیا میرے پاس اس کثرت سے آئی، میں حیران ہوں کہاں کہاں اٹھاؤں کہاں رکھوں۔“

اس تسبیح کا آپ بھی ورد رکھیں، حتی الامکان طلوع صبح صادق کے ساتھ ہو، ورنہ صبح سے پہلے جماعت قائم ہو جائے تو اس میں شریک ہو کر بعد کو عدد پورا کیجئے اور جس دن قبل نماز بھی نہ ہو سکے تو خیر طلوع شمس سے پہلے۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص ۱۶۳)

سبق نمبر (14)

.....حروفِ معانی کا بیان.....

حروفِ معانی :

ان سے مراد وہ حروف ہیں جو کسی معنی کا فائدہ دیتے ہیں۔ لیکن انکے معنی مستقل نہیں ہوتے بلکہ ربطِ معنی کے لئے آتے ہیں اور یہ اسم و فعل کے درمیان رابطہ قائم کر کے عبارت با معنی بناتے ہیں، ان کی تعداد گیارہ ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ واو ۲۔ فاء ۳۔ ثم ۴۔ بل ۵۔ لکن ۶۔ او
۷۔ حتیٰ ۸۔ الیٰ ۹۔ علیٰ ۱۰۔ فی ۱۱۔ یاء
ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱)..... واؤ:

(۱)..... یہ مطلقاً جمع کیلئے آتا ہے اس میں ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں۔
مثلاً ”جاء زید و عمرو“ یعنی زید و عمرو دونوں آئے۔ آنے میں دونوں برابر ہیں پہلے کون آیا اور بعد میں کون آیا یہ بتانا مقصود نہیں ہے۔

(۲)..... کبھی یہ حال کیلئے بھی آتا ہے اور اس وقت یہ ذوالحال و حال کو جمع کرنے کا کام دیتا ہے اور اس صورت میں شرط کا معنی دیتا ہے۔ مثلاً امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی غلام سے اس طرح کہے اذَّالِيَ الْفَاؤَ اَنْتَ

حُرُّ یعنی ایک ہزار درہم ادا کر تو آزاد ہے تو آزادی کیلئے ایک ہزار درہم کی ادائیگی شرط ہے۔

(۲)..... حرف فاء :

(۱)..... یہ تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے یعنی فاء کے بعد جو اسم یا فعل مذکور ہو وہ حکماً بھی موخر ہوتا ہے لیکن دونوں کے درمیان بغیر کسی مہلت کے اتصال ہوتا ہے اسی وجہ سے شرط کی جزاء میں حرف فاء لایا جاتا ہے کیونکہ جزاء شرط کے بعد ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنی زوجہ سے کہے: ”إِنْ دَخَلْتَ الدَّارَ فَهَذِهِ الدَّارُ فَانْتِ طَالِقٌ“ یعنی اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی پھر اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ تو اسی صورت میں طلاق ہوگی جب شرط میں مذکور ترتیب کے مطابق ان گھروں میں داخل ہو یعنی جس گھر کا پہلے ذکر کیا اس میں پہلے اور جس کا بعد میں ذکر کیا گیا اس میں بعد میں داخل ہو لیکن دونوں کے داخل ہونے کے درمیان اتصال بھی ہو یہی وجہ ہے کہ اگر وہ پہلے اس گھر میں داخل ہو کہ جس کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے یا پھر دونوں گھروں میں داخل ہونے کے درمیان اتصال نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۲)..... کبھی حرف فاء بیان علت کیلئے بھی آتا ہے یعنی اس کا ما بعد ما قبل کیلئے علت بنتا ہے۔ مثلاً مولیٰ اپنے غلام سے کہے ”أَذِّى أَلْفَا فَا نْتِ حُرُّ“ یعنی تو مجھے ایک ہزار روپے ادا کر کہ تو آزاد ہے۔ تو اس صورت میں غلام فوراً ہی آزاد ہو جائے گا اگرچہ اس نے کچھ بھی ادا نہ کیا ہو کیونکہ آزادی یہ ایک

وصف دائمی ہے جو ہزار کی ادائیگی پر موقوف نہیں ہے ہاں غلام پر ہزار روپے بطور دین کے ضرور باقی رہیں گے۔

(۳)..... حرف ثم :

ثم تراخی کیلئے آتا ہے یعنی اس فعل میں وقفہ و فاصلہ ظاہر کرتا ہے جو معطوف و معطوف علیہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔

مثلاً کوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہے ”إِنْ دَخَلَتِ الدَّارَ فَانْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ“ تو پہلی طلاق کا تعلق چونکہ شرط سے ہے لہذا جب شرط پائی جائیگی یعنی عورت گھر میں داخل ہوگی تو اسی وقت طلاق واقع ہو گی جبکہ دوسری اسی وقت واقع ہو جائے گی اس لئے کہ طلاق کا محل باقی ہے جبکہ تیسری لغو ہو جائے گی کیونکہ غیر مدخولہ کا حکم یہ ہے کہ وہ پہلی ہی طلاق میں بغیر عدت کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔

(۴)..... حرف بل :

”بل“، غلطی کے تدارک کیلئے آتا ہے یعنی متکلم سے جب کلام میں غلطی ہو جائے تو اس حرف سے اس غلطی کا ازالہ کیا جاتا ہے وہ اس طرح کہ حرف بل ذکر کر کے بعد والے کلام کو پہلے کلام کی جگہ رکھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہے ”أَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ لَا بَلٌ ثَنْتَيْنِ“ یعنی تجھے ایک طلاق ہے نہیں بلکہ دو طلاقیں ہیں، تو اس کلام میں جو لا بل ثنتین ہے یہ کلام اول سے رجوع پر دلالت کرتا ہے (قطع نظر اس کے کہ یہ رجوع درست ہے یا

ہیں۔

(۵)..... حرف لکن :

یہ حرف دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

(۱)..... نفی کے بعد استدراک کیلئے۔ یعنی پہلے والے کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرتا ہے۔ مثلاً اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ [آل عمران: ۱۷۹] ترجمہ کنز الایمان: ”اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔“ یہاں شروع کلام سے یہ شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ علم غیب کی نفی انبیاء وغیر انبیاء سب سے ہے لیکن لکن کے بعد والے کلام نے اس وہم کو دور کرتے ہوئے بتا دیا کہ اللہ عزوجل اپنے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے جسے چاہے علم غیب عطا فرماتا ہے۔

(۲)..... استیناف یعنی نئے کلام کیلئے۔ اس صورت میں پہلے کلام سے اس کا تعلق نہیں ہوتا اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب لکن کے ماقبل اور مابعد کے درمیان تضاد ہو۔ مثلاً اگر کسی لونڈی نے ایک سودرہم مہر کے ساتھ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر خود اپنا نکاح کر لیا اور مالک کو معلوم ہوا تو اس نے کہا ”لَا أُجِيزُ الْعَقْدَ بِمِثَّةِ دِرْهَمٍ لَكِنْ أُجِيزُهُ بِمِثَّةٍ وَخَمْسِينَ“ یعنی میں اس عقد کو سودرہم کے بدلے جائز نہیں کرتا لیکن ڈیڑھ سودرہم کے بدلے جائز قرار

دیتا ہوں تو اس صورت میں حرف لکن عطف کیلئے نہیں ہوگا کیونکہ یہاں اس نے پہلے نکاح کو رد کر دیا اور لکن کے ذریعے ایک ایسے نئے نکاح کی اجازت دی جو ڈیڑھ سو درہم مہر میں ہو لہذا تضاد کی وجہ سے پہلا عقد نکاح باطل ہو جائے گا۔

نوٹ :

(۱)..... یاد رہے کہ لکن بغیر تشدید کے حرف عطف جبکہ تشدید کے ساتھ حرف مُشَبَّہ بالفعل ہے لیکن یہ دونوں استدراک میں مشترک ہیں۔

(۲)..... لکن کے حرف عطف ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (i) کلام متصل وغیر منفصل ہو (ii) محل نفی و محل اثبات الگ الگ ہوں۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو لکن عطف کی بجائے استیناف کے لئے ہوگا۔

(۶)..... حرف او :

یہ حرف دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

(۱)..... دو مذکورہ چیزوں میں سے کسی ایک (غیر متعین) کی شمولیت کیلئے مثلاً اگر کسی شخص نے اپنے دو غلاموں کے بارے میں کسی کو وکیل بنا تے ہوئے کہا بع هذا او هذا تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی فروخت کر دے۔

(۲)..... بمعنی حتیٰ۔ مثلاً اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ﴾ [آل عمران: ۱۲۸]

ترجمہ کنزالایمان: ”یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے۔“

آیت مبارکہ کے اس جزء میں او حتی کے معنی میں ہے یعنی حتی یتوب علیہم۔

نوٹ :

حرف اونفی کی صورت میں دو مذکورہ چیزوں میں سے ہر ایک کی نفی کرتا ہے اور اثبات کی صورت میں بطور اختیار دو میں سے ایک کو شامل ہوگا۔

(۷)..... **حرف حتی :**

یہ حرف تین طرح سے استعمال ہوتا ہے:

(۱)..... حرف حتی اپنی اصل وضع کے اعتبار سے ”الی“ کی طرح غایت

کیلئے آتا ہے لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کا ماقبل امتداد (یعنی طویل ہونے) کی اور مابعد غایت (انتہاء) بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مثلاً امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مولیٰ اگر اس طرح سے کہے ”عَبْدِي حُرٌّ اِنْ لَمْ اَضْرِبْكَ حَتَّى يَشْفَعَ فُلَانٌ“، یعنی میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ ماروں یہاں تک کہ فلاں شخص سفارش کرے۔ یہاں مارنا (جو کہ حتی کا ماقبل ہے) ایک ایسا فعل ہے جو امتداد یعنی طویل ہو کر دیر تک جاری رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور سفارش (جو کہ حتی کا مابعد ہے) میں اس بات کی صلاحیت ہے کہ اس کی وجہ سے مارنے والا مار سے باز آ جائے۔

(۲)..... اگر یہ دونوں شرطیں یا ان میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے اور حتی

کا ماقبل سبب اور مابعد جزاء بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو حتی جزاء کے لئے یعنی

لام کی کے معنی میں ہوگا۔ مثلاً امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مولیٰ کسی سے اس طرح کہے ”عَبْدِي حُرٌّ اِنْ لَمْ اَتِكَ حَتَّى تُغَدِّيَنِي“، یعنی اگر میں تیرے پاس ایسا آنا نہ آؤں کہ جس کی جزا کھانا ہے تو میرا غلام آزاد ہے۔ چونکہ کھانا دینا نہ آنے کی غایت نہیں بن سکتا اس لیے کہ وہ توبار بار آنے کا سبب ہے لہذا یہاں حتی غایت کیلئے نہیں بلکہ ”لام کی“ کے معنی میں ہے۔

(۳)..... اگر حتی کا مابعد ماقبل کی جزا بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو حتی محض عاطفہ ہوگا۔ مثلاً امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے ”عَبْدِي حُرٌّ اِنْ لَمْ اَتِكَ حَتَّى اَتَّغَدِّي عِنْدَكَ الْيَوْمَ“، یعنی اگر میں تیرے پاس نہ آؤں اور آج کے دن تیرے پاس کھانا نہ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے۔ اس کلام میں حتی بطور عطف استعمال ہوا ہے یہ ماقبل کی جزا نہیں بن سکتا کیونکہ اس کلام میں (کھانا کھانا اور آنا) دونوں فعلوں کی اضافت فرد واحد کی طرف ہے یہی وجہ ہے کہ اگر وہ شخص اس کے ہاں آئے اور کھانا نہ کھائے تو وہ حائث ہو جائے گا۔

(۹)..... حرفِ اِلٰی :

یہ بھی انتہائے غایت کے لئے استعمال ہوتا ہے پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)..... بعض اوقات امتداد حکم یعنی حکم غایت کو آگے بڑھانے کیلئے آتا ہے مثلاً ”اِشْتَرَيْتُ هَذَا الْمَكَانَ اِلَى هَذَا الْحَائِطِ“، یعنی میں نے یہ مکان اس دیوار تک خریدا۔ یعنی سودے کا حکم دیوار تک بڑھ گیا اور دیوار بیچ میں داخل نہیں ہے۔ اور بعض اوقات مابعد کو حکم سے ساقط کرنے کیلئے استعمال

ہوتا ہے۔ مثلاً ”لَا أَكَلِمُ فُلَانًا إِلَى شَهْرٍ“ یعنی میں فلان سے ایک مہینے تک کلام نہیں کروں گا۔ یہاں مہینہ تو گفتگو نہ کرنے کے حکم میں داخل ہے لیکن مہینہ کا مابعد داخل نہیں۔

(۲)..... ”إِلَى“ کبھی حکم کو غایت تک مؤخر کرنے کیلئے آتا ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے اس طرح کہے ”أَنْتِ طَالِقٌ إِلَى شَهْرٍ“ یعنی تو ایک مہینے کے بعد سے طلاق والی ہے اس کلام کے وقت اگر شوہر کی کوئی نیت نہ ہو تو عورت کو ایک مہینہ گزرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۱۰)..... **حرف علی :**

یہ کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے:

(۱)..... کسی بات کو لازم کرنے کیلئے۔ مثلاً ”لِفُلَانٍ عَلَيَّ الْف“ یعنی فلان کے مجھ پر ایک ہزار ہیں۔ اس مثال میں ”علی“ بطور الزام استعمال ہوا ہے۔

(۲)..... حرف علی کبھی مجازاً بآباء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے ”بِعُتْكَ هَذَا عَلَيَّ الْف“ یعنی میں نے یہ چیز تمہیں ایک ہزار کے عوض بیچی۔ اس مثال میں علی بآء کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں معاوضے کا معنی پایا جا رہا ہے۔

(۳)..... بعض اوقات حرف علی شرط کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿يُيَاعِنُكَ عَلَيَّ أَنْ لَا

يُشْرِكُنَ بِاللَّهِ شَيْئًا ﴿۱۲﴾ [الممتحنة: ۱۲] ترجمہ کنزالایمان: ”اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھرائیں گی۔“ آیت مبارکہ کے اس جز میں حرف ”علی“ شرط کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔

(۱۱)..... حرف فی :

یہ حرف دو طرح سے استعمال ہوتا ہے:

(۱)..... ظرفیت کیلئے۔ مثلاً جب کوئی شخص کہے ”عَصَبْتُ ثَوْبًا فِي“

مِنْ دَيْل“ یعنی میں نے کپڑے کو رومال میں غصب کیا اس مثال میں رومال کپڑے کیلئے ظرف ہے۔ پھر یہ کلمہ زمان و مکان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کبھی یہ عبارت میں مذکور ہوتا ہے اور کبھی محذوف۔

زمان کی مثال :

جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے کہے ”أَنْتِ طَالِقٌ فِي غَدٍ“ یعنی آنے والی کل میں تجھے طلاق ہے۔ یا ”أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا“ یعنی تجھے آنے والی کل طلاق ہے تو ان دونوں صورتوں میں ”غد“ ظرف زمان ہے۔

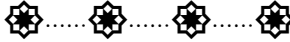
مکان کی مثال :

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے ”أَنْتِ طَالِقٌ فِي الدَّارِ وَفِي مَكَّةَ“ یعنی تجھے گھر میں اور مکے میں طلاق ہے۔ تو اس صورت میں عورت کو ہر جگہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور یہاں فی ظرف مکان کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۲)..... بعض اوقات فی مصدر پر بھی داخل ہوتا ہے اور اس وقت شرط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے ”اَنْتِ طَالِقٌ فِي دُخُولِكَ الدَّارِ“ یعنی تجھے طلاق ہے بشرط یہ کہ تو گھر میں داخل ہو۔

(۱۲)..... حرف باء :

حرف باء لغوی وضع کے اعتبار سے الصاق و اتصال کیلئے آتا ہے بقیہ معانی مجازی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص اپنے غلام سے کہے ”اِنْ اَخْبَرْتَنِي بِقُدُومِ فُلَانٍ فَانْتَ حُرٌّ“ یعنی اگر تو مجھے فلاں کے آنے کی خبر دے تو تو آزاد ہے۔ تو اس سے سچی خبر مراد ہے کیونکہ خبر اور قدم کا اتصال ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ غلام نے اگر جھوٹی خبر دی تو وہ آزاد نہیں ہوگا۔



ہزار ہا نغلی عبادات سے افضل عمل.....

امیر اہلسنت، شیخ طریقت بانی و دعوت اسلامی حضرت علامہ و مولانا ابوبلال محمد الیاس عطاری قادری رضوی ضیائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں: ”بیٹھے بیٹھے اسلامی بھائیو! ان لوگوں کی کتنی بڑی بد نصیبی و محرومی ہے کہ نغلی عبادتیں و ریاضتیں کریں، فرائض کے علاوہ نغلی نمازیں پڑھیں، نغلی روزے رکھیں مگر گانوں باجوں، فلموں ڈراموں، غیر عورتوں کو تانے جھانکنے اور امر دوس پر بری نظر ڈالنے جیسے بے حیائی کے کاموں سے باز نہ آئیں۔ یاد رکھیں ہزاروں سال کی نغلی نمازوں، نغلی روزوں، کروڑوں اربوں روپیوں کی نغلی خیراتوں، بہت سارے نغلی حج اور عمرے کی سعادتوں کے بجائے صرف ایک گناہ صغیرہ سے اپنے آپ کو بچا لینا افضل ہے، کیونکہ کروڑوں نغلی کاموں کے ترک پر قیامت میں کوئی پوچھ گچھ نہیں، جبکہ گناہ صغیرہ سے بچنا بھی واجب اور اس کے ارتکاب پر بروز قیامت مواخذہ اور سزا کا استحقاق ہے۔“

(باحیانوجوان، ص ۲۲، مکتبہ المدینہ)

سبق نمبر (15)

..... طرق بیان ❁

یہاں بیان سے مراد کسی معنی کو ظاہر و واضح کرنا ہے۔ بیان کے مندرجہ ذیل سات طریقے ہیں۔

- ۱۔ بیان تقریر ۲۔ بیان تفسیر ۳۔ بیان تغیر ۴۔ بیان ضرورت
- ۵۔ بیان حال ۶۔ بیان عطف ۷۔ بیان تبدیل

نوٹ :

یاد رہے کہ بیان کبھی قول کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی فعل کے ذریعے۔

(۱)..... بیان تقریر :

اگر کسی لفظ کا معنی تو ظاہر ہو لیکن اس میں دوسرے معانی کا بھی احتمال ہو تو اس وقت یہ بیان کر دینا کہ ظاہری معنی ہی مراد ہے بیان تقریر کہلاتا ہے۔

مثال :

اگر کسی شخص نے کہا ”لِفُلَانٍ عِنْدِي أَلْفٌ“ یعنی فلاں کے میرے پاس ہزار روپے ہیں تو اس میں امانت اور غیر امانت دونوں کا احتمال تھا لیکن جب اس نے یہ کہا ”لِفُلَانٍ عِنْدِي أَلْفٌ وَدَيْعَةٌ“ یعنی فلاں کے میرے پاس ہزار روپے بطور امانت ہیں۔ تو اب امانت کا مفہوم جو ظاہر کا تقاضا بھی ہے پختہ

ہو گیا اور یہی بیان تقریر ہے۔

(۲)..... بیان تفسیر :

جب لفظ کی مراد واضح نہ ہو لیکن متکلم اپنے بیان سے اس کی وضاحت کر دے تو اسے بیان تفسیر کہتے ہیں۔

مثال :

کوئی شخص کہے ”لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ“ یعنی فلاں کا مجھ پر کچھ ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جس کی مراد واضح نہیں ہے لیکن جب متکلم نے الثوب سے وضاحت کر دی یعنی ”لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ اَيُّ ثَوْبٍ“ تو اس سے مراد واضح ہو گئی۔ اور یہی بیان تفسیر ہے۔

بیان تقریر و تفسیر کا حکم :

بیان تقریر اور بیان تفسیر دونوں پہلے کلام سے ملا کر ہو یا الگ وقفہ کر کے دونوں طرح درست ہے۔

(۳)..... بیان تغیر :

متکلم اپنے کلام کو اپنے ہی بیان سے بدل دے تو اسے بیان تغیر کہتے ہیں۔ یعنی کلام میں شرط یا استثناء وغیرہ کر دے کہ جس سے تبدیلی واقع ہو جائے۔

مثال :

جب کوئی شخص کہے ”لِفُلَانٍ عَلَيَّ الْفُ“ یعنی فلاں کے مجھ پر ہزار روپے

ہیں تو اس کلام میں علی وجوب پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ متکلم ہزار روپے کا مقروض ہے لیکن جب متکلم نے آگے ودیعة کہا تو اس لفظ نے کلام کے معنی کو تبدیل کر دیا چنانچہ اب اس کا معنی یہ ہوا کہ فلاں کے جو میرے پاس بطور امانت ہزار روپے ہیں ان کی حفاظت مجھ پر لازمی ہے۔ اسی طرح یہ مثالیں اَنْتَ حُرٌّ اِنْ دَخَلْتَ الدَّارَ اور كُلُّ مِنْ عِبَادِي حُرٌّ اِلَّا زَيْدًا۔

حکم :

بیانِ تغیر صرف اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ کلام سے متصل ہو انفصال کی صورت میں صحیح نہ ہوگا۔

(۴)..... بیانِ ضرورت :

وہ بیان جو بغیر کسی کلام کے ضرورتاً ثابت ہو یعنی اس کیلئے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں پھر بھی سمجھ میں آجائے۔

مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَوَدَّعَهُ اَبَواهُ فَلَا مَهَ الثُّلُثُ﴾ [النساء: ۱۱] ترجمہ کنز الایمان: ”اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی۔“ آیت مبارکہ کے اس جز میں اللہ عزوجل نے ماں کیلئے تہائی حصہ مقرر فرمایا ہے اور باپ کا حصہ الفاظ میں اگرچہ ذکر نہیں کیا گیا لیکن اسی آیت سے ضرورتاً باپ کا دو تہائی حصہ بھی ثابت ہو گیا کیونکہ جب ماں کا حصہ ایک تہائی ہے تو لازماً باپ کا دو تہائی ہی ہوگا۔

(۵)..... بیان حال :

جس جگہ بیان کرنے کی ضرورت ہو وہاں سکوت اختیار کرنا بیان حال کہلاتا ہے۔

مثال :

جب شفیق کو اس بات کا علم ہوا کہ اس کے پڑوس میں گھر کی بیچ ہو رہی ہے اور اس نے سکوت اختیار کیا تو اس کا ایسا کرنا اس بات کا بیان ہے کہ اس بیچ سے یہ راضی ہے ورنہ ضرور کچھ رد عمل کرتا۔ اسی طرح باکرہ بالغہ کی اجازت کے بغیر جب اس کے ولی نے اس کا نکاح کر دیا پھر اسے معلوم ہوا تو اس نے سکوت اختیار کیا تو اس کا ایسا کرنا اس بات کا بیان ہے کہ وہ اس رشتے سے راضی ہے۔

ضابطہ :

”إِنَّ السُّكُوتَ فِي مَوْضِعِ الْحَاجَةِ إِلَى الْبَيَانِ بِمَنْزِلَةِ الْبَيَانِ“
یعنی جہاں بیان کرنے کی حاجت ہو وہاں سکوت اختیار کرنا بیان ہی کے مرتبہ میں ہے۔

(۶)..... بیان عطف :

اگر کسی مجمل جملے پر مکملی یا موزونی چیز کا عطف کریں تو یہ عطف اس مجمل جملے کا بیان ہوگا اور اسے ہی بیان عطف کہتے ہیں۔

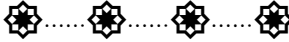
مثال :

جب کوئی شخص کہے ”لِفُلَانٍ عَلَيَّ مِئَةٌ وَثَلَاثَةٌ دَرَاهِمَ“ یعنی فلاں کے

مجھ پر سو اور تین درہم ہیں۔ تو اس مثال میں معطوف علیہ سو ہے لیکن پتہ نہیں ہے کہ سو کیا ہیں البتہ معطوف میں تین درہم کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معطوف علیہ میں بھی سو درہم ہی مراد ہیں۔ لہذا یہ ایسا بیان ہے جو عطف کے ذریعے واقع ہوا۔

(۷)..... بیان تبدیل :

سابقہ حکم کو ختم یا منسوخ کرنا بیان تبدیل کہلاتا ہے۔ اسی لیے بیان تبدیل کا دوسرا نام بیان نسخ ہے اور نسخ (یعنی کسی حکم شرعی کی حدود انتہاء بیان کرنے) کا حق صرف شارع کو ہے غیر کو نہیں یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اقرار کر لے یا طلاق دے دے یا غلام ولونڈی کو آزاد کر دے تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ یہ نسخ ہے اور غیر شارع کو نسخ کا اختیار حاصل نہیں۔



..... سونے کے مدنی پھول.....

از: امیر اہلسنت شیخ طریقت حضرت علامہ و مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی مدظلہ العالی

☆..... سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لیجئے تاکہ کوئی موذی کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے۔

☆..... سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیجئے: ”اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰی“۔

☆..... عصر کے بعد نہ سوئیں عقل زائل ہونے کا خوف ہے۔ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جو شخص

عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔“

(۱۰۱ مدنی پھول، ص ۲۹، مکتبۃ المدینہ)

سبق نمبر (16)

..... بحث ثانی: سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.....

سنت کی تعریف :

سنت کا لغوی معنی طریقہ و عادت ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل اور تقریر ہے اسے حدیث بھی کہتے ہیں۔

نوٹ :

سنت و خبر دونوں مترادف ہیں۔

سنت کا حکم :

علم و عمل کے لزوم کے اعتبار سے سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن پاک کی طرح ہے کیونکہ اللہ عز و جل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰] ترجمہ کنز الایمان: ”جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔“ لیکن چونکہ ہر حدیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت قطعی نہیں بلکہ بعض جگہ شبہ پایا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث کی مختلف قسمیں ہیں اور ان سب کا الگ الگ حکم ہے۔

☆..... ثبوت کے اعتبار سے حدیث کی اقسام.....☆

ثبوت کے اعتبار سے حدیث کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

۱۔ حدیث متواتر ۲۔ حدیث مشہور ۳۔ خبر واحد

حدیث متواتر :

”وہ حدیث جسے ایک جماعت نے دوسری جماعت سے اس طرح نقل کیا ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا متصور نہ ہو اور یہ حدیث اسی طریقے سے چلتی ہوئی ہم تک پہنچی ہو۔“

مثال :

قرآن پاک کا ہم تک منتقل ہونا، زکوٰۃ کی مقدار، نماز کی رکعات کی تعداد وغیر وغیرہ۔

حکم :

حدیث متواتر سے علم قطعی و یقینی حاصل ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر ہے نیز اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

حدیث مشہور :

وہ حدیث جو عصر صحابہ علیہم الرضوان میں خبر واحد کی طرح ہو پھر دوسرے اور تیسرے عصر (دور) میں مشہور ہو جائے اور امت مسلمہ اس کو قبول کر لے یہاں تک کہ متواتر کی طرح ہم تک پہنچے۔

مثال :

حدیث رجم اور موزوں پر مسح کرنے والی حدیث۔

حکم :

حدیث مشہور سے مطمئن کرنے والا علم حاصل ہوتا ہے، اس پر بھی عمل کرنا

لازم اور اس کا رد بدعت ہے -

خبر واحد :

وہ حدیث جسے ایک راوی نے ایک راوی سے یا ایک راوی نے ایک جماعت سے یا ایک جماعت نے ایک راوی سے روایت کیا ہو۔

مثال :

حدیث: ”أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ“ -

حکم :

خبر واحد علم یقین و اطمینان کا فائدہ نہیں دیتی اگرچہ احکام شرعیہ میں عمل کو واجب کرتی ہے بشرطیکہ اس کا راوی مسلمان عادل اور حفظ و عقل میں صحیح ہو اور اس کی سند بھی ہم تک متصل ہو۔

خبر واحد پر عمل کی شرائط :

رواۃ کے احوال مختلف ہونے کی وجہ سے خبر واحد پر عمل کی مندرجہ ذیل تین شرائط ہیں:

۱..... (خبر واحد) قرآن پاک کے خلاف نہ ہو۔

۲..... حدیث مشہور کے خلاف نہ ہو۔

۳..... ظاہر کے خلاف نہ ہو۔

ان شرائط کا مقصود :

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبکہ مفہوم کچھ یوں ہے:

میرے بعد تم پر احادیث کی کثرت ہو جائے گی لہذا جب تمہیں میرے حوالے سے کوئی حدیث پہنچے تو تم اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اور وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو قبول کر لو اور اگر مخالف ہو تو رد کر دو۔“ اس قبول و رد کی تحقیق وہی ہے جسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ رواۃ تین قسم کے تھے:

پہلی قسم :

وہ مومن و مخلص حضرات جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت حاصل کی اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کے معنی و مفہوم کو سمجھا اور اسے من و عن لوگوں تک پہنچا دیا۔

دوسری قسم :

وہ اعرابی (دیہاتی) حضرات جو کہ کسی قبیلے سے آئے اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض کلام کو سن پائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کے حقیقی معنی و مفہوم کو نہیں سمجھ سکے چنانچہ جب قبیلے کی طرف واپس لوٹے تو وہاں حدیث کا صحیح مفہوم بیان کرنے سے قاصر رہے اور یہ گمان کیا کہ ہم حدیث بیان کر رہے ہیں۔

تیسری قسم :

وہ منافق لوگ کہ جن کا نفاق ظاہر نہ تھا انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنے بغیر من گھڑت احادیث روایت کیں اور جب لوگوں نے ان سے

اس قسم کی احادیث سنیں تو انہیں مؤمن گمان کرتے ہوئے آگے بیان کر دیں اس طرح لوگوں میں یہ من گھڑت احادیث بطور فرامین رسول مشہور ہو گئیں۔ انہی مفاسد کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور حدیث مشہور پر پیش کیا جانا لازمی قرار پایا۔

خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک حدیث یوں روایت کی گئی ”مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلَيْتَوْضًا“ یعنی جس نے اپنے ذکر کو چھوا تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ یہ خبر واحد ہے اور اسکا مفاد یہ ہے کہ ذکر کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اب اس بات کی صحت کو جانچنے کے لئے ہم اسے کتاب اللہ یا خبر مشہور پر پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ یہ ان میں سے کسی کے مخالف تو نہیں تاکہ مخالفت کی صورت میں اسے رد اور موافقت کی صورت میں پچشم و سرقبول کر لیا جائے چنانچہ جب ہم نے اسے کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسکے مخالف پایا کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل قباء کی تعریف میں ارشاد فرمایا ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّطَهَّرُوا﴾ [التوبة: 108] ترجمہ کنز الایمان: ”اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔“ چونکہ یہ حضرات پتھروں سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے دھوتے تھے پس اگر مس ذکر حدث ہوتا (جیسا کہ خبر واحد میں مذکور ہے) تو یہ طہارت کی بجائے نجیس ہوتا حالانکہ آیت سے اسکا خلاف مستفاد ہوتا ہے۔ لہذا خبر واحد کو کتاب اللہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا

جائے گا اور کتاب اللہ پر عمل کیا جائے گا۔

خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال :

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک حدیث یوں روایت کی گئی: ”الْقَضَاءُ بِشَاهِدٍ وَيَمِينٍ“، یعنی مدعی کو اگر اپنے حق میں دو گواہ نہ ملیں تو وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک گواہ پیش کر سکتا ہے اور دوسرے گواہ کے بدلے قسم کھالے تو قاضی کے یہاں یہ گواہی معتبر ہوگی۔ لیکن جب ہم نے اس خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کیا تو اسے خبر مشہور کے مخالف پایا کیونکہ خبر مشہور میں ہے ”الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ“، یعنی گواہی مدعی پر اور قسم منکر پر ہے۔ جبکہ مذکورہ خبر واحد میں گواہی و قسم دونوں کے مدعی پر ہونے کا ذکر ہے لہذا خبر واحد کو خبر مشہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا اور خبر مشہور پر عمل کیا جائے گا۔

خبر واحد کے ظاہر کے مخالف ہونے کی صورت :

خبر واحد کے ظاہر کے مخالف ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ مبارکہ میں وہ معاملات جن میں عموم بلوی تھا ان میں خبر واحد کی عدم شہرت (اور صحابہ و تابعین کا اس کے خلاف عمل) اس بات کی علامت ہے کہ یہ حدیث ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام پر اس بات کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی کہ معاذ اللہ انہوں نے سنت کی پیروی میں تقصیر سے کام لیا اس لئے کہ اس زمانہ میں خبر واحد کی عدم شہرت کہ جس زمانے میں سنت کی

شدید حاجت اور عموماً بلوی تھا اس حدیث کے عدم صحت کی علامت ہے۔

☆..... علم واجتہاد کے اعتبار سے راوی کی اقسام.....☆

اس اعتبار سے راوی کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

قسم اول :

وہ رُوَاة جو علم واجتہاد میں معروف ہوں۔ جیسے خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت و معاذ بن جبل وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اس کا حکم :

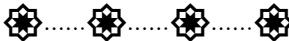
جب ان حضرات کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو قیاس کے مقابلے میں اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

قسم ثانی :

وہ رُوَاة جو حفظ وعدالت میں معروف ہوں لیکن اجتہاد و فتویٰ میں معروف نہ ہوں۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس کا حکم :

جب اس قسم کے راویوں سے روایت کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر دیکھیں گے کہ وہ روایت قیاس کے موافق ہے یا مخالف، اگر موافق ہو تو اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔



سبق نمبر (17)

..... خبر واحد کی حجیت کا بیان ❁

چار مقامات میں خبر واحد حجیت ودلیل ہے:

پہلا مقام :

خالص اللہ تعالیٰ کا حق جس کا تعلق عقوبت (حدود وغیرہ) سے نہ ہو۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں ایک اعرابی کی گواہی (خبر واحد) کو قبول فرمایا۔ یاد رہے کہ چاند سے روزہ ثابت ہوتا ہے جو کہ خالص حق اللہ ہے۔

دوسرا مقام :

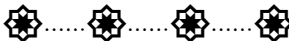
خالص بندے کا حق جس میں کسی دوسرے پر کوئی چیز لازم آتی ہو جیسے مال کا جھگڑا۔ لیکن اس مقام پر خبر واحد کے حجیت بننے کے لئے عدویا عدالت شرط ہے۔ عدد سے مراد کم از کم دو افراد ہیں۔

تیسرا مقام :

خالص بندے کا حق جس میں کسی پر کچھ لازم نہ آئے جیسے قبول ہدیہ ودیگر معاملات۔ ان امور میں بھی خبر واحد مقبول ہے خواہ خبر دینے والا عادل ہو یا فاسق۔

چوتھا مقام :

خالص بندے کا حق جس میں کسی پر کچھ نہ کچھ لازم آئے جیسے کسی کو معزول کرنا یا کسی پر پابندی لگانا۔



سبق نمبر (18)

..... بحثِ ثالث: اجماع.....

اجماع کی تعریف:

اجماع کا لغوی معنی عزم اور ارادہ کرنا ہے جیسے: ”أَجْمَعَ عَلَى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَيْ عَزِمَ عَلَيْهِ“ یعنی اس نے قرآن پڑھنے کا پختہ ارادہ کیا اسی طرح نبی اکرم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَجْمَعْ الصِّيَامَ یعنی اس کا روزہ نہیں جس نے رات سے پختہ ارادہ نہ کیا ہو۔ اجماع کا ایک معنی اتفاق کرنا ہے جیسے کہا جاتا ہے ”أَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلَى كَذَا أَيْ اتَّفَقُوا عَلَيْهِ“ قوم نے اس پر اتفاق کر لیا۔

اصطلاحی تعریف:

”فَهُوَ اتِّفَاقُ عُلَمَاءِ كُلِّ عَصْرِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ ذَوِي الْعَدَالَةِ وَالْإِجْتِهَادِ عَلَى حُكْمٍ“ یعنی ہر زمانے کے عادل و مجتہد علماء اہل سنت کا کسی حکم پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔

☆..... اجماع کی اقسام.....☆

بنیادی طور پر اجماع کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔ اجماعِ سنّی ۲۔ اجماعِ مذہبی۔

اجماع سنندی کی تعریف:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں سے ہر زمانے کے علماء کا کسی حکم پر متفق ہو جانا اجماع سنندی کہلاتا ہے۔

☆..... اجماع سنندی کی اقسام.....☆

اس کی مندرجہ ذیل چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کسی نئے حکم پر واضح الفاظ کے ساتھ اجماع کرنا۔

اس کا حکم:

اعتقاد و عمل کے اعتبار سے یہ اجماع نص قرآنی کی طرح ہے۔

دوسری قسم:

کسی نئے حکم پر بعض صحابہ کرام کی طرف سے صراحت اور باقی کا اس سے سکوت اختیار کرنا۔

اس کا حکم:

ایسا اجماع قطعیت میں حدیث متواتر کی طرح ہے۔

تیسری قسم:

جس حکم کے بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا قول نہ پایا جاتا ہو اس پر

تابعین عظام کا اجماع کرنا۔

اس کا حکم :

ایسا اجماع حدیث مشہور کی طرح ہے اس سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے علم یقین نہیں۔

چوتھی قسم :

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر تابعین کا اجماع کرنا۔

اس کا حکم :

ایسا اجماع خبر واحد کی طرح ہے جس سے عمل واجب ہوتا ہے علم واجب نہیں ہوتا۔

نوٹ :

فقہ میں محدثین و مجتہدین کا اجماع معتبر ہے اس میں عوام، متکلم اور ایسا محدث کہ جسے اصول فقہ میں کوئی بصیرت حاصل نہ ہو تو ان کا قول معتبر نہیں۔

اجماع مذہبی کی تعریف :

”وَهُوَ اِجْمَاعُ بَعْضِ الْمُجْتَهِدِينَ عَلَى حُكْمٍ“ یعنی کسی حکم پر بعض مجتہدین کا متفق ہو جانا اجماع مذہبی کہلاتا ہے۔

☆..... اجماع مذہبی کی اقسام.....☆

اس کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

- ۱۔ اجماع مرکب
- ۲۔ اجماع غیر مرکب

اجماع مرکب کی تعریف :

”جب کسی جدید مسئلہ کے حکم پر مجتہدین متفق ہو جائیں لیکن اس حکم کی علت میں اختلاف ہو۔

اجماع مرکب کی مثال :

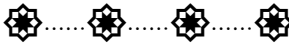
جب کسی شخص کو منہ بھرتے آئی اور اس نے عورت کو بھی ہاتھ لگا لیا تو اس صورت میں احناف و شوافع کے نزدیک حکم ایک ہی ہے کہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا لیکن دونوں کے حکم کی علت مختلف ہے احناف کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹنے کی علت منہ بھرتے کا آنا ہے جب کہ شوافع کے نزدیک اس شخص کا وضو ٹوٹنے کی علت عورت کو ہاتھ لگانا ہے۔

اجماع غیر مرکب کی تعریف :

جب کسی جدید مسئلہ کے حکم پر مجتہدین کا اتفاق ہو جائے اور اس حکم کی علت میں بھی متفق ہوں تو اسے اجماع غیر مرکب کہتے ہیں۔

اجماع غیر مرکب کی مثال :

دادی اور نانی سے نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ اس کی علت یہ ہے کہ ان کی تعظیم واجب ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ مجتہدین اس حکم پر بھی متفق ہیں اور اس کی علت میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔



سبق نمبر (19)

..... عدم القائل بالفصل کا بیان ❁

عدم القائل بالفصل :

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دو اختلافی مسئلوں میں سے ایک ثابت ہو جائے تو دوسرا بھی لازمًا ثابت ہو، کیونکہ دونوں میں فرق کرنے کا کوئی قائل نہیں یعنی یا تو مخالف کے نزدیک یہ دونوں مسئلے ثابت ہوں گے یا دونوں ثابت نہیں ہوں گے۔

☆..... عدم القائل بالفصل کی اقسام☆

عدم القائل بالفصل کی دو قسمیں ہیں:

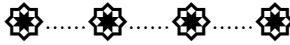
پہلی قسم :

دو مسئلوں میں اختلاف کی بنیاد ایک ہی ہو۔ مثلاً یوم نحر کے روزے کی نذر ماننا درست ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بیع فاسد قبضے کے وقت ملکیت کا فائدہ دیتی ہے ان دونوں مسئلوں میں اختلاف کی بنیاد ایک ہی ہے وہ اس طرح کہ یوم نحر کے روزے سے منع کیا گیا ہے اسی طرح بیع فاسد سے بھی منع کیا گیا ہے لیکن اگر کوئی نذر مانے تو اس کی نذر ماننا صحیح ہے اسی طرح اگر کوئی بیع فاسد

کرے تو بیع ہو جائے گی اگرچہ ان دونوں سے منع کیا گیا ہے۔

دوسری قسم :

وہ دو مسئلے کہ جن میں اختلاف کی بنیاد مختلف ہو۔ مثلاً قنہ ناقض وضو ہے اور دوسرا مسئلہ ہے کہ بیع فاسد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے۔ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف کی بنیاد مختلف ہے۔



..... دست غیب کا سب سے اعلیٰ عمل.....

از اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجددین و ملت حضرت علامہ و مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن دست غیب کا سب سے اعلیٰ عمل، قطعی عمل، یقینی عمل جس میں تھلف ممکن نہیں اور سب اعمال سے بہل و آسان تر خود قرآن عظیم میں موجود ہے، لوگ اسے چھوڑ کر دشوار دشوار ظنات بلکہ وہمیات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس بہل و آسان یقینی و قطعی کی طرف توجہ نہیں کرتے: "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو اللہ سے ڈرے تقویٰ و پرہیزگاری کرے اللہ عزوجل ہر مشکل سے اس کیلئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔

..... حب کا سہل و یقینی عمل.....

اسی طرح لوگ عمل حب کے پیچھے خستہ و خوار پھرتے ہیں اور نہیں ملتا، اور حب کا سہل و یقینی و قطعی عمل قرآن عظیم میں مذکور ہے اس کی غرض نہیں کرتے: "قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ان الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وِدًا" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے قریب ہے کہ رحمن ان کیلئے محبت کر دے گا (دلوں میں ان کی حب ڈال دے گا)۔ نَسَّالَ اللَّهُ حَسَنَ التَّوْفِيقِ (ہم اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق مانگتے ہیں، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۲۱۹)

سبق نمبر (20)

..... بحثِ رابع: قیاس ❁

قیاس کی تعریف :

قیاس کا لغوی معنی اندازہ لگانا ہے۔ اور اصطلاح شرع میں ”کسی منصوص علیہ مسئلہ میں پائی جانے والی علت کے ذریعے غیر منصوص علیہ مسئلہ کا حکم معلوم کرنا جبکہ وہ علت دونوں میں مشترک ہو“ قیاس کہلاتا ہے۔

قیاس کی مثال :

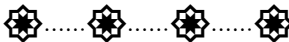
نص سے یہ بات ثابت ہے کہ غلاموں کو گھروں میں آنے کیلئے اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ انکی آمد و رفت کثرت سے ہوتی ہے لہذا بار بار اجازت لینے میں حرج کے سبب ان سے حکم استنہان اٹھالیا گیا تو اس پر قیاس کرتے ہوئے بلی کے جھوٹے سے ناپاکی کے حکم کو اٹھالیا گیا کیونکہ اس کا بھی گھروں میں کثرت سے آنا جانا ہے اور نجاست کا حکم باقی رکھنے میں حرج ہے۔

قیاس کا حکم :

قیاس دلائل شرعیہ میں سے ایک دلیل شرعی ہے اور اس پر عمل واجب ہے جب تک کہ کسی مسئلے میں اس سے اوپر کی کوئی دلیل نہ پائی جائے۔

قیاس کی حجیت :

اسلام قیامت تک باقی رہنے والا دین ہے اسی لئے یہ قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش کرنے کی وسعت رکھتا ہے لہذا ایسے مسائل کہ جن کے بارے میں قرآن و سنت سے واضح حکم معلوم نہ ہو سکے انہیں قیاس کے ذریعے حل کیا جاتا ہے اگر قیاس کی اجازت نہ ہو تو بہت سے مسائل بالخصوص جدید مسائل کا شرعی حل ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے۔ متعدد احادیث میں بھی قیاس سے احکام شرعیہ حل کرنے اور قیاس کرنے کی اجازت کا ذکر ہے، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور و معروف حدیث میں ہے کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انہیں یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو ان سے دریافت فرمایا کہ: تم کس چیز کی مدد سے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: کتاب اللہ سے۔ فرمایا کہ اگر تم وہاں نہ پاؤ تو؟ عرض کی: سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے، فرمایا: اگر وہاں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی: اجتہد برائی یعنی پھر میں اپنی رائے و قیاس سے کام لوں گا، اس پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ”الحمد لله الذي وفق رسول رسوله لما يرضى به رسوله یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی کہ جس سے اس کا رسول راضی ہوتا ہے۔“



سبق نمبر (21)

..... صحتِ قیاس کی شرائط کا بیان ❁

صحتِ قیاس کیلئے مندرجہ ذیل پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط :

قیاس نص کے مقابلے میں نہ ہو، یعنی نص کے ہوتے ہوئے قیاس کی اجازت نہیں۔ مثلاً حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے کسی نے نماز میں قہقہہ لگانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ”نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے“ یہ سن کر سائل نے کہا: ”اگر کوئی شخص نماز میں پاک دامن عورت پر تہمت لگائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا حالانکہ یہ انتہائی بڑا گناہ ہے تو نماز میں قہقہہ لگانا جو کہ اس سے ہلکا ہے اس سے وضو کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟“ لیکن سائل کا یہ قیاس نص (حدیث) کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔ حدیث یہ ہے: ”أَلَا مَنْ ضَحِكَ مِنْكُمْ فَهَقَّهَةٌ فَلْيُعِدِ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ جَمِيعًا“ یعنی خبر دار تم میں سے جو بھی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسا تو وضو و نماز دونوں کا اعادہ کر لے۔“

دوسری شرط :

قیاس سے نص کا کوئی حکم نہ بدلے۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وضو کو

تیمم پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح تیمم میں نیت شرط ہے بالکل اسی طرح وضو میں بھی نیت شرط ہے لیکن ان کا یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ اس سے قرآن پاک کی آیت جو کہ وضو کے بارے میں ہے اور مطلق ہے اسے مقید کرنا لازم آ رہا ہے اس وجہ سے یہ قیاس درست نہیں ہے۔

تیسری شرط :

اصل سے فرع کی طرف متعدی ہونے والا حکم عقل کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب کا کہنا کہ دو نجس قلعے جمع ہو جائیں تو دونوں پاک ہو جائیں گے اور جب دونوں کو الگ الگ کر دیا جائے تو دونوں طہارت پر باقی رہتے ہیں اور اسے اس مسئلے پر قیاس کرتے ہیں کہ پانی جب دو قلعے ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے۔ اصحاب شافعی رحمہم اللہ کا یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ اس میں اصل سے فرع کی طرف متعدی ہونے والا حکم عقل کے خلاف ہے۔

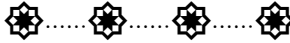
چوتھی شرط :

تعلیل کسی حکم شرعی کو ثابت کرنے کیلئے ہونہ کہ امر لغوی کو۔ مثلاً ”سارق“ (چور) کو سارق اس لیے کہتے ہیں کہ یہ غیر کے مال کو خفیہ طور پر لیتا ہے اور ”نباش“ کہتے ہیں کفن چور کو لہذا نباش کو سارق پر لغوی اعتبار سے قیاس کرنا کہ جس طرح سارق میں چوری والا معنی پایا جاتا ہے اسی طرح نباش میں بھی چوری والا معنی پایا جاتا ہے پس اسی بناء پر نباش پر لفظ سارق کا اطلاق کر کے اس

پرسارق والی حد قطع، جاری کرنا درست نہیں کیونکہ اس قیاس میں امر لغوی کو ثابت کیا گیا ہے نہ کہ حکم شرعی کو۔

پانچویں شرط :

فرع منصوص علیہ نہ ہو۔ یعنی جس مسئلہ کا حکم قیاس کے ذریعے معلوم کرنا ہے اس مسئلہ کا حکم پہلے سے ہی دیگر دلائل سے معلوم نہ ہو۔ مثلاً کفارہ ظہار اور کفارہ بیعت کو کفارہ قتل پر قیاس کرنا کہ جس طرح کفارہ قتل میں مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنے کا حکم ہے اسی طرح کفارہ ظہار اور کفارہ بیعت میں بھی مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنے کا حکم ہونا چاہئے تو یہ قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ فرع منصوص علیہ ہے یعنی فرع میں پہلے سے ہی نص وارد ہے اور وہ مطلق ہے یعنی اس میں یہ قید نہیں کہ رقبہ مومنہ ہی ہو۔



تکبر کی تعریف

”تکبر“ کی دو تعریفات ملاحظہ ہوں:

(1) ”الکبر: هُوَ بَطْرُ الْحَقِّ وَعَمُّطُ النَّاسِ“ یعنی حق بات کا انکار اور

لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔ (صحیح مسلم ص ۶۰ حدیث ۹۱، مطبوعہ دار ابن حزم)

(2) ”هُوَ أَنْ يَرَى الْإِنْسَانَ نَفْسَهُ أَكْبَرَ مِنْ غَيْرِهِ“ یعنی انسان خود کو

دوسروں سے بڑا سمجھے۔ (المفردات للراغب ص ۶۹۷، دار القلم دمشق)

سبق نمبر (22)

..... قیاس کے ارکان کا بیان ❁

قیاس کے ارکان چار ہیں۔

۱- اصل (مقیس علیہ) ۲- فرع (مقیس) ۳- حکم ۴- علت مشترکہ
یہاں قیاس کے صرف ایک رکن ”علت“ سے بحث کی جائے گی۔ اصل سے
فرع کی طرف متعدی ہونے والا حکم کسی ایسی علت کی بناء پر ہوتا ہے جو کہ
دونوں (اصل و فرع) کے مابین مشترک ہو اور اس علت کو مختلف طریقوں سے جانا
جاتا ہے۔ جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱)..... کتاب اللہ کے ذریعے :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ
جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ [النور:
۵۸] ترجمہ کنز الایمان: ”کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمد و رفت رکھتے ہیں
تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس۔“ اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل
نے غلاموں کو بغیر اجازت گھروں میں داخلے کی رخصت عطا فرمائی اور کثرت
طواف کو اس کی علت قرار دیا یعنی ان کا گھروں میں بار بار آنا جانا ہوتا ہے اور
بار بار اجازت لینے میں حرج ہے لہذا اس حرج سے بچانے کیلئے فرمایا کہ ان

کے گھروں میں بغیر اجازت آنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کثرتِ طوافِ سقوطِ حکم (استئذان) کی علت ہے۔ لہذا یہ علت قرآن سے معلوم ہوئی پھر اسی علت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے جھوٹے کی نجاست کا حکم ساقط کر دیا اور فرمایا: ”الْهَرَّةُ لَيْسَتْ بِنَجَسَةٍ فَإِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ“ اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء نے تمام سواکن البیوت (یعنی گھروں میں رہنے والے جانوروں) کے جھوٹے کو بھی پاک قرار دے دیا۔

(۲)..... سنت کے ذریعے :

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (مفہوم): جو شخص کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے یا حالت رکوع و سجود میں سو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، وضو اس کا ٹوٹتا ہے جو پہلو کے بل سوئے کیونکہ جب وہ پہلو کے بل سوتا ہے تو اس کے اعضاء جسم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ (اور اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو ٹوٹنے کی علت استرخائے مفاصل (اعضاء کا ڈھیلا پڑنا) بیان فرمائی لہذا کسی ایسی چیز سے ٹیک لگا کر سونا کہ اگر اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو سونے والا گر جائے بھی ناقض وضوء ہے کیونکہ اس طرح سونے میں بھی یہی علت استرخائے مفاصل پائی جاتی ہے۔

(۳)..... اجماع کے ذریعے :

چھوٹے بچے پر باپ کو جو ولایت و اختیار حاصل ہے اس کی علت بچے کا

صغریٰ یعنی چھوٹا ونا سمجھ ہونا ہے اور یہی علت بچی میں بھی پائی جاتی ہے لہذا جس طرح باپ کو نابالغ بچے پر ولایت حاصل ہے اسی طرح نابالغ بچی پر بھی حاصل ہے، چاہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔

(۴)..... اجتہاد و استنباط کے ذریعے :

اگر کوئی شخص کسی فقیر کو درہم دے تو اسے دیکھ کر ہمارا ظن غالب یہی ہوگا کہ اس نے فقیر کو اس لئے درہم دیئے ہیں تاکہ اس کی حاجت پوری ہو جائے اور اسے ثواب حاصل ہو۔ لہذا ابھیک دینے کی علت (رفع حاجت و تحصیل ثواب) اجتہاد سے معلوم ہوئی۔

☆..... تعدی حکم کے اعتبار سے قیاس کی اقسام.....☆

قیاس میں اصل سے فرع کی طرف حکم کو متعدی کرتے ہیں اس متعدی ہونے والے حکم کے اعتبار سے قیاس کی دو قسمیں ہیں:-

پہلی قسم :

حکم فرع حکم اصل کی نوع سے ہو۔ یعنی فرع کی طرف متعدی کیا جانے والا حکم اصل میں پائے جانے والے حکم کی نوع سے ہو۔ مثلاً نابالغ غلام کے نکاح کی ولایت اس کے آقا کو غلام کے صغر (یعنی چھوٹا ونا سمجھ ہونے) کی وجہ سے دی گئی ہے اور یہی علت یعنی صغر نابالغ لونڈی میں بھی پائی جاتی ہے لہذا اس علت کے ”متحدی النوع“ ہونے کی وجہ سے آقا کو نابالغ لونڈی کے نکاح کی بھی ولایت حاصل ہوگی چاہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔

اس کا حکم :

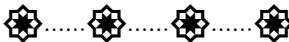
قیاس کی اس قسم کا حکم یہ ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان مطلق فرق سے یہ باطل نہیں ہوتا، کیونکہ اول تو قیاس کی شرائط میں جمیع اوصاف میں اتحاد ہونا شرط نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ جب اصل و فرع علت میں متحد ہونگے تو لازماً حکم میں بھی متحد ہونا چاہئے اگرچہ اس کے علاوہ دوسری علت میں ان کے درمیان فرق ہو۔

دوسری قسم :

حکم فرع حکم اصل کی جنس سے ہو، یعنی فرع کی طرف متعدی کیا جانے والا حکم اصل میں پائے جانے والے حکم کی جنس سے ہو۔ مثلاً غلاموں کو بغیر اجازت گھروں میں داخلے کی اجازت دی گئی ہے اور اس کی علت کثرت طواف بیان کی گئی ہے کیونکہ ان کا گھروں میں بار بار آنا جانارہتا ہے اور بار بار اجازت لینے میں حرج کی وجہ سے انہیں بغیر اجازت ہی گھروں میں داخل ہونے کی رخصت دی گئی اسی طرح بلی بھی گھروں میں کثرت سے آمد و رفت رکھتی ہے اور اس کے جھوٹے کو نجس قرار دینا حرج کا باعث ہے لہذا اسی علت یعنی کثرت طواف کی بناء پر اس حکم نجاست کو ساقط کر دیا گیا۔

اس کا حکم :

اس قسم کا قیاس مانع کی منع سے فاسد ہو سکتا ہے۔ اس طور پر کہ وہ اس بات کا ہی انکار کر دے کہ یہ علت اصل و فرع دونوں کو شامل ہے۔



سبق نمبر (23)

..... احکام سے متعلقہ اشیاء کا بیان ❁

حکم شرعی چار چیزوں سے متعلق ہوتا ہے۔

۱۔ سبب ۲۔ علت ۳۔ شرط ۴۔ علامت

ہم یہاں صرف سبب اور علت سے بحث کریں گے۔

سبب کی تعریف :

وہ چیز جو حکم تک کسی اور کے واسطے سے پہنچائے جیسے راستہ کہ یہ چلنے کے واسطے سے مقصد تک پہنچاتا ہے۔ مثلاً کسی کو مسجد میں جانا ہو تو وہ راستے کو (سبب) بنائے گا اور چلنے کو (واسطہ) ذریعہ بنا کر اپنے (مقصد) مسجد تک پہنچے گا۔

علت کی تعریف :

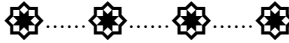
سبب و حکم کے درمیانی واسطے کو علت کہتے ہیں۔ جیسے منزل مقصود تک جانے کیلئے راستہ سبب اور چلنا علت ہے۔

سبب و علت کا حکم :

جب سبب و علت جمع ہو جائیں تو حکم علت کی جانب مضاف ہوگا نہ کہ سبب کی طرف۔ لیکن جب علت کی طرف اضافت متعذر رہو تو حکم سبب ہی کی طرف لوٹے گا۔

مثال :

احکام شرعیہ میں سبب و علت کی مثال یہ ہے کہ مثلاً اگر کسی نے دوسرے کا کوئی جانور کھول دیا اور وہ جانور دوڑ کر کنویں وغیرہ میں گر کر مر گیا تو اس کھولنے والے پر ضمان لازم نہیں آئے گا کیونکہ اس کا کھولنا جانور کے مرنے کا سبب ہے علت نہیں علت جانور کا دوڑنا ہے لہذا حکم علت کی طرف مضاف ہوگا نہ کہ سبب کی طرف۔



چغلی کی تعریف

”هِيَ نَقْلُ كَلَامِ الْغَيْرِ بِقَصْدِ الْإِضْرَارِ“ یعنی کسی کی بات ضرر (یعنی نقصان) پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا چغلی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۵۹۳ تحت الحدیث ۲۱۶ دار الفکر بیروت)

حسد کی تعریف

”حسد“ کی دو تعریفات ملاحظہ ہوں:

- (1)..... کسی کی نعمت چھین جانے کی آرزو کرنا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۴۲۸)
- (2)..... ”الْحَسَدُ تَمَنَّى زَوَالِ نِعْمَةِ الْمَحْسُودِ إِلَى الْحَاسِدِ“ یعنی کسی شخص کی خوبی دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ یہ نعمت اس سے ختم ہو جائے اور مجھ مل جائے۔ (التعریفات للجر جانی، ص ۶۲، دار المنار)

جھوٹ کی تعریف

”هُوَ الْإِخْبَارُ بِالشَّيْءِ عَلَىٰ خِلَافِ مَا هُوَ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ عَمْدًا أَمْ خَطَا“ خلاف واقع بات کرنے کو جھوٹ کہتے ہیں خواہ جان بوجھ کر ہو یا غلطی سے۔ (فتح الباری لابن حجر، ۱۸۲/۲، دار الکتب العلمیہ بیروت) مثلاً کسی سے رقم ادھار لی اور جب اس نے مانگی تو نہ دینے کے باوجود کہہ دیا ہے۔

سبق نمبر (24)

﴿..... موانع شرعیہ کا بیان﴾

مانع کی تعریف :

بعض اوقات کسی رکاوٹ کے سبب کسی چیز پر حکم شرعی نہیں لگتا اس رکاوٹ کو اصول فقہ کی اصطلاح میں مانع کہتے ہیں اور اسکی جمع موانع ہے۔

موانع شرعیہ چار ہیں :

- ۱..... انعقاد علت میں مانع
- ۲..... تکمیل علت میں مانع
- ۳..... ابتدائے حکم میں مانع
- ۴..... دوام حکم میں مانع۔

انعقاد علت میں مانع :

ایسا مانع جس کی وجہ سے علت کا انعقاد ہی نہ ہو سکے۔ مثلاً کسی چیز کی بیع اس شے کے کسی کی ملکیت میں دخول کی علت ہے لیکن مردار اور خون کی بیع ملکیت میں دخول کی علت نہیں بن سکتی کیونکہ ملکیت میں دخول کے لئے جس طرح یہاں بیع کی ضرورت ہے اسی طرح بیع کے لئے یہ ضروری ہے کہ بیع مال ہو جبکہ مردار اور خون مال نہیں۔ لہذا ان دونوں کے مال نہ ہونے کی وجہ سے بیع منعقد نہیں ہوگی جو کہ علت ہے ملکیت میں دخول کی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہاں بیع علت ہے، ”ملکیت میں داخل ہونا“ حکم اور ”مردار و خون کا مال نہ ہونا“ مانع ہے۔

تکمیل علت میں مانع :

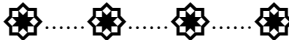
ایسا مانع جو انعقادِ علت میں تو رکاوٹ نہ بنے لیکن تکمیلِ علت میں رکاوٹ پیدا کر دے۔ مثلاً مالِ مخصوص کا پورے سال ملکیت میں ہونا و جوہِ زکوٰۃ کی علت ہے لیکن سال پورا ہونے سے پہلے اگر مال ضائع ہو جائے تو یہ تکمیلِ علت یعنی مالِ نصاب پر کامل سال گزر جانے کو مانع ہے اگرچہ انعقادِ علت میں مانع نہیں کیونکہ شروع سال میں تو مال موجود تھا۔

ابتدائے حکم میں مانع :

ایسا مانع جو علت کے پائے جانے کے باوجود حکم کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا کر دے۔ مثلاً بیعِ مکمل ہو جانے پر ثبوتِ ملکیت کا حکم لگتا ہے لیکن خیابِ شرط (بائع یا مشتری میں سے کسی نے تین دن کا اختیار رکھا تو یہ) ثبوتِ حکم یعنی ملکیت میں رکاوٹ ہے یعنی جب تک خیابِ باقی ہے ملکیت کی ابتداء بھی نہیں ہوگی۔ لہذا یہاں علتِ بیع تو پائی گئی لیکن خیابِ شرط مانع کی وجہ سے حکمِ ملکیت کی ابتداء بھی نہ ہوئی۔

دوام حکم میں مانع :

ایسا مانع جو حکم کے نفاذ میں تو رکاوٹ نہ ہو لیکن اس کے دوام و باقی رہنے میں رکاوٹ پیدا کر دے۔ مثلاً کسی نے اگر بغیر دیکھے کوئی چیز خیابِ رؤیت کے ساتھ خرید لی تو وہ اس کی ملک میں آجائے گی لیکن دیکھنے پر اگر اس نے انکار کر دیا تو وہ شیء اس کی ملکیت سے نکل جائے گی یعنی خیابِ رؤیت دوامِ حکم میں مانع ہے۔



سبق نمبر (25)

..... مامورات شرعیہ کا بیان ❁

عبادات شرعیہ کی چار اقسام ہیں:

۱۔ فرض ۲۔ واجب ۳۔ سنت ۴۔ نفل

فرض کی تعریف :

فرض کا لغوی معنی مقدار مقرر کرنا ہے، اور فرض کو فرض اس لئے کہتے ہیں کہ شریعت میں اس کی ایک مقدار مقرر ہے جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں۔ اور اصطلاح میں فرض وہ مامور بہ ہے جو ایسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو۔

فرض کا حکم :

فرض پر عمل کرنا اور اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا دونوں ضروری ہیں۔ جیسے نماز، روزہ و زکوٰۃ وغیرہ۔

واجب کی تعریف :

”واجب“ وجوب سے ہے جس کا لغوی معنی سقوط یا اضطراب ہے، پہلے معنی کے اعتبار سے واجب کو واجب اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بندے پر اس کی مرضی کے بغیر ڈالا جاتا ہے۔ اور باعتبار معنی ثانی واجب کو واجب اس لئے

کہتے ہیں کہ وہ فرض اور نفل کے درمیان مضطرب ہوتا ہے یعنی عمل کے اعتبار سے فرض اور اعتقاد کے اعتبار سے نفل ہوتا ہے اور اصطلاح میں واجب سے مراد وہ مامور بہ ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جس میں کچھ شبہ ہو جیسے وہ آیات جن میں تاویل کی گئی ہو اور اخبارِ آحاد میں سے صحیح احادیث۔

واجب کا حکم :

یہ عمل کے اعتبار سے فرض اور اعتقاد کے اعتبار سے نفل کے درجہ میں ہے۔ یعنی واجب پر عمل کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح فرض پر لیکن اس کا اعتقاد ایسا ضروری نہیں جیسا فرض کا۔ جیسے نماز وتر، نماز عید وغیرہ۔

سنت کی تعریف :

سنت کا لغوی معنی طریقہ و راستہ ہے۔ اور اصطلاح میں اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف سے دیا گیا ایسا دینی پسندیدہ طریقہ و راستہ ہے جس پر خوب چلا گیا ہو۔

سنت کا حکم :

سنت پر عمل کا شریعت میں مطالبہ کیا گیا ہے اور بلا وجہ چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہے۔

نفل کی تعریف :

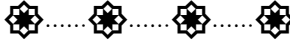
نفل کا لغوی معنی ہے زائد ہونا، مال غنیمت کو بھی اسی وجہ سے نفل کہتے ہیں کہ وہ مقصودِ جہاد سے ایک زائد چیز ہے۔ اور اصطلاح میں وہ عبادت ہے جو فرض

وواجبات پر زائد ہو۔

نفل کا حکم :

اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور ترک پر عذاب نہیں ہوتا۔

نوٹ : نفل کو تطوع بھی کہتے ہیں۔



.....استاد کا ادب واحترام.....

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ملفوظات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

”حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب میں بغرض تحصیل علم (یعنی علم دین سیکھنے کیلئے) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا خاک اور ریتاڑا کر مجھ پر ڈالتی، پھر جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شانہ اقدس سے تشریف لاتے، فرماتے: ”ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے) آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟“ میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔“

یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے دی: إِنَّ الَّذِينَ ينادُونَكَ مِنَ الْجِبَرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ، وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ، وہ جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کیلئے بہتر تھا اور اللہ عز و جل بخشنے والا مہربان ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص ۱۸۶، مکتبۃ المدینہ)

سبق نمبر (26)

..... عزیمت و رخصت کا بیان ❁

عزیمت کی تعریف :

عزیمت کا لغوی معنی ہے نہایت پختہ ارادہ اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ احکام ہیں جو ہم پر ابتداءً لازم ہوں یعنی عوارض کی طرف نظر کئے بغیر فی نفسہ وہ ہم پر لازم ہوں۔ جیسے بیماری و سفر وغیرہ دیگر عوارض سے قطع نظر مطلقاً روزے کا حکم عزیمت ہے۔

☆..... عزیمت کی اقسام.....☆

عزیمت کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔ فرض ۲۔ واجب

لیکن ان کے تحت ان کی اضداد یعنی حرام، مکروہ بھی شامل ہیں اس لیے کہ حرام اگر دلیل قطعی سے ثابت ہے تو پھر اس سے بچنا فرض ہے جیسے شراب نوشی اور اگر دلیل ظنی سے ثابت ہو تو اس سے بچنا واجب ہے جیسے بگو کا کھانا۔

رخصت کی تعریف :

رخصت عزیمت کے مقابل ہے اس کا لغوی معنی سہولت و آسانی ہے اور اصطلاحاً مکلف میں کسی عذر کے پائے جانے کی وجہ سے مشکل کام کو آسانی کی

طرف پھیرنا۔

مثال :

رمضان المبارک کے مہینہ میں کوئی بیمار یا مسافر ہو تو اسے اس بات کی رخصت ہے کہ ابھی روزے ترک کر دے اور بعد میں رکھ لے۔

☆..... نتیجہ کے اعتبار سے رخصت کی اقسام.....☆

اس اعتبار سے اس کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم :

کسی فعل کی حرمت کے باقی رہنے کے باوجود اس کی رخصت ہونا۔ جیسے حالت اکراہ میں کلمہ کفر بولنے کی اجازت ہے جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔ لیکن اس رخصت کے باوجود اصل فعل (کلمہ کفر کا بکنا) جائز نہیں ہو سکتا ہاں یہ اور بات ہے کہ مجبور و مکراہ کے ساتھ شریعت آسانی کا معاملہ فرماتی ہے۔

اس کا حکم :

مجبور کرنے کے باوجود شارع کی تعظیم کی خاطر ان برائیوں سے باز رہا اور ایزاء دیا گیا حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا تو اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

دوسری قسم :

رخصت کی وجہ سے فعل کی صفت ہی بدل جائے یعنی پہلے وہ کام حرام تھا رخصت کے سبب اس کے حق میں مباح ہو گیا۔

اس کا حکم :

اگر وہ اس حرام کے مباح ہو جانے کے بعد بھی اس کے کھانے سے باز رہا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ﴾ [المائدة: ۳] ترجمہ کنز الایمان: ”تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نہایت بھوکا پیاسا ہو کہ موت کا صحیح اندیشہ ہے اور اسے کوئی حلال چیز میسر نہیں تو ایسی صورت میں اسے حرام کھانے پینے کی اجازت ہے بلکہ اتنا کھانا پینا فرض ہے کہ جس سے جان بچ سکے لیکن جب اس نے کچھ بھی نہ کھایا اور اسی سبب سے مر گیا تو گنہگار ہوگا کہ جان بچانا فرض ہے۔

ت

..... مجاہدے کا مطلب ❁

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجددین و ملت پروانہ شمع رسالت حضرت علامہ و مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ملفوظات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

”سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں جمع فرما دیا ہے: ”أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَلَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ“ جو اپنے رب عزوجل کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے بے شک تو جنت ہی ٹھکانہ ہے۔“

”یہی جہاد اکبر ہے حدیث میں ہے: جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا: ”رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ“ ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھر۔“ (ملفوظات شریف، حصہ اول، ص ۲۰۶، مکتبۃ المدینہ)

قواعد فقہیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿.....قواعدِ فقہیہ.....﴾

کسی بھی فن میں مہارتِ تامہ اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس فن کے قواعد کو اچھی طرح سمجھ کر ازبر کر لیا جائے ورنہ اس فن سے کما حقہ فوائد حاصل نہیں کئے جاسکتے۔ علماء کرام نے کثیر فقہی جزئیات میں تتبع کر کے بطور استقراء بہت سے قواعد مقرر فرمائے ہیں جن کو صحیح طور پر استعمال کر کے ایسے بہت سے مسائل کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے جو یا تو نوپید ہیں یا ان کی صراحت نہیں ملتی لیکن وہ مسائل جن کے بارے میں نص شرعی یا کتب فقہیہ میں جزئیہ موجود ہے ان کا حکم وہی رہے گا جو نصوص یا کتب فقہیہ میں پہلے ہی مذکور ہے۔ اب ہم یہاں طلبہ کے اذہان کی اصولِ فقہ کی نیچ پر نشوونما کے لئے چند قواعد ذکر کرتے ہیں، امید ہے کہ انہیں سمجھ کر یاد کر لینا مستقبل میں ان کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگا۔

قاعدہ نمبر: 1

”الْاِحْتِیَاطُ فِی حُقُوقِ اللّٰهِ لَا فِی حُقُوقِ الْعِبَادِ“

ترجمہ:

یعنی حقوق اللہ کی رعایت میں احتیاط کی جائے گی نہ کہ حقوق العباد میں۔

مثال:

جب نماز صحت و فساد کے درمیان دائر ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ نماز کا

اعادہ کیا جائے۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۵۴)

قاعدہ نمبر: 2

”إِذَا زَالَ الْمَانِعُ عَادَ الْمَمْنُوعُ“

ترجمہ:

جب مانع زائل ہو جائے تو ممنوع لوٹ آئے گا یعنی ممنوع کی ممنوعیت ختم ہو جائے گی۔

مثال:

اگر کسی انسان کی گواہی قبول ہونے میں اس کا صغرن یعنی چھوٹا ہونا مانع ہو تو وہ بالغ ہوتے ہی گواہی کا اہل ہو جائے گا، کیونکہ بالغ ہونے کے سبب صغرن (جو کہ گواہی کے قبول ہونے میں مانع تھا) زائل ہو گیا، لہذا قبول گواہی کی ممنوعیت ختم ہو جائے گی۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۵۷)

قاعدہ نمبر: 3

”الْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى“

ترجمہ:

یعنی اسلام غالب ہوتا ہے نہ کہ مغلوب۔

مثال:

کوئی بھی کافر مسلمان کو غلام نہیں بنا سکتا کیونکہ غلامی کی صورت میں اسلام

کا غلبہ نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ اگر کافر کا غلام اسلام لے آیا تو اس نو مسلم کو کافر کی غلامی میں نہیں رہنے دیا جائے گا، بلکہ کافر کو اس کے بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۵۸)

قاعدہ نمبر: 4

”الْأَضْطَرَّارُ لَا يُبْطَلُ حَقَّ الْغَيْرِ“

ترجمہ:

مجبوری غیر کے حق کو باطل نہیں کر سکتی۔

مثال:

اگر کسی انسان نے بھوک کی وجہ سے حالت اضطرار میں کسی دوسرے کا کھانا کھا لیا تو اس کھانے کی قیمت ادا کرنا ہوگی، کیونکہ یہ مجبوری کھانے کے مالک کا حق باطل نہیں کر سکتی۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۶۰)

قاعدہ نمبر: 5

”الْأَمْرُ لِلرُّجُوبِ مَا لَمْ تَكُنْ قَرِينَةً خِلَافَةً“

ترجمہ:

امر (جب مطلق ہو تو) وجوب کیلئے ہوتا ہے جب تک کہ اس کے خلاف پر کوئی قرینہ نہ ہو۔

مثال:

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾ [الحج: ۲۹] ترجمہ

کنز الایمان: ”اور اپنی نیتیں پوری کریں۔“ اس آیت میں صیغہ امر (وَلْيُؤْفُوا) وجوب کا فائدہ دے رہا ہے یعنی نذر پوری کرنا واجب ہے۔ اسی طرح ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [الاعراف: ۲۰۴] ترجمہ کنز الایمان: ”اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔“ میں ”فَاسْتَمِعُوا“ اور ”أَنْصِتُوا“ وجوب کا فائدہ دے رہے ہیں یعنی جب تلاوت قرآن کی جائے تو اسے غور سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۶۲، بدائع الصنائع، غمز عیون البصائر)

قاعدہ نمبر: 6

”اِقْرَارُ الْمُكْرَهِ بَاطِلٌ“

ترجمہ:

مجبور کا اقرار باطل ہے۔

مثال:

اگر کسی شخص کو مجبور کر کے یہ اقرار کرایا گیا کہ اس نے اپنا گھر بیچ دیا ہے تو یہ اقرار باطل ہے۔

تنبیہ:

چور سے زبردستی اقرار کرانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ (مجموعۃ

قواعد الفقہ، ص ۶۱، درمختار ورد المحتار وغیرہ)

قاعدہ نمبر: 7

”أُمُورُ الْمُسْلِمِينَ عَلَى السَّدَادِ حَتَّى يَظْهَرَ غَيْرُهُ“

ترجمہ:

مسلمانوں کے کاموں کو اچھائی پر محمول کیا جائے گا، جب تک کہ اس کا غیر ظاہر نہ ہو جائے۔

مثال:

اگر کسی شخص نے ایک درہم و دینار کو دو درہم و دینار کے عوض بیچا تو اس کی بیع باطل قرار نہیں دی جائے گی بلکہ ایک جنس کو دوسری جنس (یعنی ایک درہم کے عوض دو دینار اور ایک دینار کے عوض دو درہم) کی طرف پھیر کر عقد کو صحیح قرار دیا جائے گا، ہاں اگر بائع خود وضاحت کر دے کہ درہم درہم کے عوض اور دینار دینار کے عوض ہیں تو اب بیع یقیناً فاسد ہو جائے گی۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۶۳)

قاعدہ نمبر: 8

”الْإِيمَانُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الْإِلْفَافِ“

ترجمہ:

قسموں کا دار و مدار الفاظ پر ہوتا ہے۔

مثال:

اگر کسی نے قسم کھائی کہ ”لَا يَشْتَرِي لِفُلَانٍ شَيْئًا بِنَفْسِي“ یعنی فلاں

کیلئے ایک پیسے کی چیز نہیں خریدے گا پھر اس کیلئے ایک درہم کی چیز خرید لی تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، کیونکہ الفاظ قسم میں فلس کا ذکر ہے جو کہ درہم پر نہیں بولا جاتا۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۶۵)

قاعدہ نمبر: 9

”الْحَقِيقَةُ تَتْرَكُ بِدَلَالَةِ الْحَالِ وَتَتْرَكُ بِدَلَالَةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَالْعَادَةِ“
ترجمہ:

حقیقت دلالتِ حال، دلالتِ استعمال، اور دلالتِ عادت کے سبب ترک کر دی جاتی ہے۔

مثال:

اگر کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا تو (معاذ اللہ) خنزیر یا آدمی کا گوشت کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ عادت ان کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔
(مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۷۸)

قاعدہ نمبر: 10

”الْخَطَأُ فِيمَا لَا يُشْتَرَطُ التَّعْيِينَ لَا يَضُرُّ“

ترجمہ:

جس چیز میں تعین شرط نہیں اسکی تعین میں خطا نقصان دہ نہیں۔

مثال:

اگر کسی نے ظہر یا عصر کی چار رکعت فرض کی جگہ غلطی سے تین رکعات کی

نیت کر لی تو کوئی حرج و نقصان نہیں، کیونکہ نماز میں تعدادِ رکعات کی نیت کرنا شرط نہیں۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۷۸)

قاعدہ نمبر: 11

”السُّكْرَانُ مِنْ مُحَرَّمٍ كَالصَّاحِي“

ترجمہ:

حرام چیز سے نشہ میں مدہوش ہوش مند کی طرح ہے۔

مثال:

اس کا مطلب یہ ہے کہ نشہ والے شخص کی تمام عبارات جیسے طلاق، عتاق، خرید و فروخت اسی طرح صحیح و نافذ العمل ہیں جس طرح ایک ہوش مند شخص کی، لیکن اسی حالت میں اس نے معاذ اللہ کلمہ کفر بک دیا تو استحساناً اس کی عورت بائسہ نہیں ہوگی۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۸۳، کشف الاسرار)

قاعدہ نمبر: 12

”الْعُرْفُ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فِي الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ“

ترجمہ:

منصوص علیہ میں عرف کا اعتبار نہیں۔

مثال:

جن اشیاء کے ملکیتی یا موزونی ہونے پر نص وارد ہے وہ اب بھی حکم شرعی

کے اعتبار سے مکلی اور موزونی ہی رہیں گی چاہے عرفاً و عادتاً انہیں کسی اور طریقے سے بیچا جائے، مثلاً: گندم و جو کے مکلی ہونے پر نص وارد ہے لیکن آج کل انہیں ناپ کر نہیں بلکہ تول کر بیچا جاتا ہے لہذا اس عرف و عادت کی بناء پر یہ موزونی نہیں ہو جائیں گی بلکہ مکلی ہی رہیں گی۔ اور گندم کو گندم کے عوض تول کر نہیں بیچا جاسکتا۔ وعلیٰ هذا القیاس فی البواقی۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۹۲، ۱۳۳)

قاعدہ نمبر: 13

”الْكِتَابُ كَالْخِطَابِ“

ترجمہ:

لکھ کر دینا زبان سے بولنے کے حکم میں ہے۔

مثال:

خرید و فروخت، نکاح و طلاق وغیرہ عقود کے الفاظ لکھ کر دینے سے بھی یہ عقود اسی طرح درست قرار پاتے ہیں جس طرح بذریعہ زبان یہ عقود کیے جاتے ہیں لیکن کتابت کے ذریعے ان عقود میں یہ شرط ہے کہ عاقد یا تو خود اقرار کرے کہ یہ میری طرف سے ہے یا اس پر اور کوئی دلیل شرعی قائم ہو جائے۔

(مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۹۹)

قاعدہ نمبر: 14

”كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيتْ مَعَ كَرَاهَةِ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا“

ترجمہ:

ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔

مثال:

اگر کوئی شخص نماز میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرنا بھول گیا اور سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی لہذا اس کا اعادہ واجب ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ کراہت، نماز میں اگر کسی خارجی سبب سے ہو تو نماز کا اعادہ واجب نہیں جیسے قراءۃ میں سورتوں کی ترتیب الٹ دینا یا ریشمی لباس پہنے نماز پڑھنا اگرچہ مکروہ تحریمی ہے لیکن ان کی وجہ سے نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ (درمختار، و مجموعۃ

قواعد الفقہ، ص ۱۰۰)

قاعدہ نمبر: 15

” لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ “

ترجمہ:

خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

مثال:

والدین کی اطاعت ضروری ہے لیکن اگر وہ فرض نماز و حج سے منع کریں تو اس کام میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس طرح خالق کی نافرمانی و حکم عدولی لازم آتی ہے جو کہ مخلوق کیلئے کسی صورت میں جائز نہیں۔

(ردالمحتار، مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۱۰۶)

قاعدہ نمبر: 16

”لَا يُحْلَفُ عَلَى حَقِّ مَجْهُوْلٍ“

ترجمہ:

کسی حق مجہول پر قسم نہیں اٹھوائی جائے گی۔

مثال:

اگر کسی شخص نے دوسرے کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے میرے حق میں کوئی خیانت کی ہے تو مدعی علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا گیا ہے) سے قاضی قسم نہیں لے گا۔ (الاشباه والنظائر، مجموعة قواعد الفقہ، ص ۱۱۱،

درمختار)

قاعدہ نمبر: 17

”مَا ثَبَتَ بِزَمَانٍ يُحْكَمُ بِبَقَائِهِ مَا لَمْ يُوجَدْ دَلِيلٌ بِخِلَافِهِ“

ترجمہ:

جو چیز زمان سے ثابت ہو وہ اس وقت تک باقی رہے گی جب تک کہ اس کے خلاف پر دلیل نہ پائی جائے۔

مثال:

کسی زمانہ میں کوئی چیز کسی شخص کی ملکیت میں ثابت ہو جائے تو اسی کی ملک میں باقی رہنے کا حکم دیا جائے گا، جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل

شرعی نہ ہو۔ (مجموعة قواعد الفقہ، ص ۱۱۴)

قاعدہ نمبر: 18

”مَا ثَبَّتَ عَلَىٰ خِلَافِ الْقِيَاسِ فَغَيْرُهُ لَا يُقَاسُ عَلَيْهِ“

ترجمہ:

جو خلاف قیاس شرعی ثابت ہو تو اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

مثال:

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ﴾ [البقرة: 282]

ترجمہ کنز الایمان: ”اور دو گواہ کر لو۔“ لیکن حدیث شریف میں ہے کہ نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک صحابی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو قبول فرمایا لیکن چونکہ یہ خلاف قیاس ہے لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے دوسرے کیلئے یہ جائز نہیں کہ صرف ایک شخص کی گواہی پر اکتفاء کرے۔

(مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۱۱۴)

قاعدہ نمبر: 19

”مَا جَازَ لِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِهِ“

ترجمہ:

جو کسی عذر کے سبب جائز ہو جائے تو اس عذر کے ختم ہوتے ہی باطل ہو جاتا ہے۔

مثال: ۱

پانی نہ ہونے کے عذر سے تیمم جائز قرار دیا گیا ہے، لہذا پانی کی موجودگی

میں یہ عذر زائل ہو جائے گا اور تیمم باطل ہو جائے گا۔ (الاشباہ والنظائر، مجموعة قواعد الفقه، ص ۱۱۵، کتب عامہ)

مثال ۲:

شریعت نے عذر صحیح کے سبب فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا عذر کے زائل ہوتے ہی بیٹھ کر فرض نماز پڑھنے کا جواز باطل ہو جائے گا۔

قاعدہ نمبر: 20

”مَا حَصَلَ بِسَبَبِ حَبِيْثٍ فَالْسَّبِيْلُ رَدُّهُ“

ترجمہ:

جو غیر شرعی ذریعے سے حاصل ہوا سے واپس کئے بغیر چارہ نہیں۔

پہلی مثال:

جو پیسہ سود کے ذریعے حاصل کیا جائے اس کا لوٹا دینا فرض ہے کیونکہ یہ غیر شرعی طریقے سے حاصل ہوا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

دوسری مثال:

بیع فاسد کے ذریعے حاصل ہونے والا مال بھی لوٹانا ضروری ہے۔ (ایضاً)

تیسری مثال:

چوری کے ذریعے حاصل ہونے والا مال بھی لوٹانا ضروری ہے۔ (ایضاً)

قاعدہ نمبر: 21

”مَا رَأَاهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ“

ترجمہ:

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

مثال:

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے اور اس قدر عمدہ اور جامع ہے کہ اس کے تحت وہ تمام امور آجاتے ہیں جنہیں مسلمان حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دور مبارک میں یا اس کے بعد اچھا سمجھ کر کرتے آئے ہیں، جیسے ایصالِ ثواب، میلاد و قیام، اعراسِ بزرگانِ دین، اذان سے قبل و بعد روضہ شریف وغیرہ کہ ان سب امور کو اہل ایمان اچھا سمجھ کر بجالاتے اور ثواب پاتے ہیں۔ (عامہ کتب)

قاعدہ نمبر: 22

”الْمُبَاشِرُ ضَامِنٌ وَإِنْ لَمْ يَتَعَمَّدْ“

ترجمہ:

کام کو انجام دینے والا ضامن ہوتا ہے اگرچہ عمدانہ کرے۔

مثال:

اگر کسی نے بغیر وجہ شرعی کے کسی کا مال تلف کر دیا تو اسے اس کا ضمان دینا ہوگا، اگرچہ عمدانہ کیا ہو۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۱۱۷)

قاعدہ نمبر: 23

”الْمُبَاحُ يُمْلِكُ بِالْأَحْرَازِ“

ترجمہ:

مباح چیز قبضہ کر لینے سے ملک میں آجاتی ہے۔

مثال:

کسی نے کنویں یا بارش کا پانی اپنے برتن میں بھر لیا یا کسی غیر مملوک پرندے یا جانور مثلاً جنگلی کبوتر، ہرن، مچھلی وغیرہ کو پکڑ لیا تو یہ تمام چیزیں اس کی ملک میں آجائیں گی۔ (عامہ کتب)

قاعدہ نمبر: 24

”مَنْ شَكَّ هَلْ فَعَلَ شَيْئًا أَمْ لَا فَلَا صِلُ أَنْهُ لَمْ يُفْعَلْ“

ترجمہ:

کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں شک ہو تو اصل یہ کہ وہ کام نہیں کیا گیا۔

مثال:

اگر کسی کو نماز پڑھ لینے یا نہ پڑھنے کے بارے میں شک ہو تو وقت باقی ہونے کی صورت میں اعادہ کر لے، اسی طرح اگر واجبات نماز میں سے کسی واجب کے کرنے یا نہ کرنے میں شک ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس سے واجب چھوٹ گیا لہذا سجدہ سہو کرے گا۔ اسی طرح اثناء وضوء میں کسی رکن کے ادا کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں شک ہو تو اس رکن کا اعادہ واجب ہے۔

(الاشباہ والنظائر، مجموعة قواعد الفقہ، ص ۱۲۹)

قاعدہ نمبر: 25

”الْمَرْءُ يُعَامَلُ فِي حَقِّ نَفْسِهِ كَمَا أَقْرَبَ بِهِ وَلَا يُصَدَّقُ عَلَىٰ إِبْطَالِ
حَقِّ الْغَيْرِ وَلَا بِالزَّامِ الْغَيْرِ حَقًّا“

ترجمہ:

کسی کے اقرار سے اس کی اپنی ذات کے بارے میں معاملہ برتا جائے گا اور دوسرے کے حق کو باطل کرنے میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی غیر پر کوئی حق لازم کیا جائے گا۔

مثال:

اگر کسی مَجْهُوْلُ النَّسَبِ عورت نے کسی شخص کی لونڈی ہونے کا اقرار کیا اور اس شخص نے اس بات کی تصدیق بھی کر دی تو وہ عورت اس کی لونڈی شمار کی جائے گی لیکن عورت کے اس اقرار سے اس کے شوہر کا نکاح باطل نہیں ہوگا، اور نہ ہی شوہر مقررہ (جس کے حق میں عورت نے اقرار کیا) کو ضمان دے گا جبکہ عورت کو ایک مرتبہ مہر ادا کر چکا ہو، کیونکہ اس طرح کسی کے اپنی ذات کے بارے میں اقرار سے دوسرے کے حق کو باطل کرنا اور اس پر کوئی حق ثابت کرنا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔ (اصول بزدوی، مجموعة قواعد الفقہ،

ص ۱۲۰)

قاعدہ نمبر: 26

”الْمَطْلُقُ يَجْرِي عَلَىٰ إِطْلَاقِهِ“

ترجمہ:

مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

پہلی مثال:

قرآن شریف نے قسم اور ظہار کے کفارے میں ایک مملوک (لوٹڈی یا غلام) کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے جو کہ مطلق ہے یعنی اس میں یہ قید نہیں کہ وہ مومن ہو یا کافر، لہذا دونوں میں سے کسی کو بھی آزاد کرنے سے حکم قرآنی پر عمل ہو جائے گا۔ (حسامی، اصول الشاشی)

دوسری مثال:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ عظیم میں مومنوں کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا، اور اپنی رحمتِ واسعہ سے اس حکم کو مطلق رکھا، یعنی اس میں زمان و مکان و صیغہ و ہیئت کی کوئی قید نہیں لگائی لہذا مومنین درود و سلام جب چاہیں، جس وقت چاہیں، اور جس ہیئت و صیغہ کے ساتھ چاہیں، پڑھ کر حکم خداوندی پر عمل کی سعادت پاسکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر: 27

”الْأُمُورُ بِمَقْاصِدِهَا“

ترجمہ:

”یعنی اعمال اور معاملات کا دار و مدار، ان کے مقاصد (نیات) پر ہے۔“

مثال:

اگر کسی نے نماز میں ایسی آیت کی تلاوت کی جو سائل کا جواب بھی ہو سکتی ہے، اگر اس آیت سے مقصود جواب دینا ہے تو یہ فعل حرام ہے اور نماز فاسد ورنہ نہیں۔ مثلاً کسی موسیٰ نامی شخص سے اس کا نام پوچھا گیا تو دوران نماز اس نے یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا تَلْكَ بِمِیْنِكَ يَا مُوسَى﴾ [طہ: ۱۷] ترجمہ کنز الایمان: ”اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔“ اس سے مقصود اگر قرآن کی تلاوت ہے تو نماز درست اور اگر سائل کا جواب دینا مقصود ہے تو نماز فاسد۔

قاعدہ نمبر: 28

”الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ“

ترجمہ:

یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

مثال:

اگر کسی شخص کو اپنے با وضو ہونے کا یقین ہو اور وضو ٹوٹنے میں شک ہے تو وہ با وضو مانا جائے گا۔ ایسے ہی کسی شخص کے زندہ ہونے کا یقین ہو اور مرنے میں شک ہے تو اسے زندہ ہی مانا جائے گا اور اس کی وراثت تقسیم نہیں کی جائے گی۔

قاعدہ نمبر: 29

”الضَّرُورَاتُ تَبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ“

ترجمہ:

ضرورتیں ممنوعات کو مباح یعنی جائز کر دیتی ہیں۔

مثال:

اگر کشتی میں اتنا سامان بھر دیا کہ اس کے ڈوبنے اور مسافروں کی جان جانے کا خطرہ ہے تو اس سے مال نکال کر سمندر میں پھینک دینا اور کشتی کو بچانا جائز ہے حالانکہ عام حالات میں دوسرے کا مال ضائع کرنا حرام ہے۔ ایسے ہی اگر گلے میں لقمہ اٹک جائے اور شراب کے سوا پانی یا دیگر حلال و طیب مائع میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں اپنی جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت شراب کا استعمال مباح ہے۔

قاعدہ نمبر: 30

”مَا أُبِيحَ لِلضَّرُورَةِ يُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا“

ترجمہ:

جو چیز ضرورت کے تحت جائز ہو وہ بقدر ضرورت ہی جائز ہوتی ہے۔

مثال:

مردار کھانا یا شراب پی لینا صرف اتنا ہی جائز ہے جس سے جان بچ جائے زیادہ بالکل نہیں، اسی طرح طیب کو بوقت ضرورت شرعی پردہ کی جگہ کا صرف وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے زیادہ نہیں۔

قاعدہ نمبر: 31

”الْعَادَةُ مُحْكَمَةٌ“

ترجمہ:

یعنی عرف و عادت پر شرعاً عمل کیا جائے گا۔

مثال:

اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے درہم و دینار چل رہے ہوں (یعنی مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں) وہاں اگر کسی نے کوئی چیز دس درہم یا دس دینار میں خریدی یا فروخت کی تو بائع وہ درہم یا دینار لینے کا مستحق ہوگا جن کا چلن وہاں کے عرف و عادت میں غالب ہو، اگر خریدار کوئی دوسرا سکہ یا دوسرے قسم کے درہم و دینار چاہے تو بائع کو (بیچنے والے کو) انکار کا حق ہوگا۔

قاعدہ نمبر: 32

”إِذَا تَعَارَضَ الْمَانِعُ وَالْمُقْتَضَى فَإِنَّهُ يُقَدَّمُ الْمَانِعُ“

ترجمہ:

جب ”دلیل مانع“ اور ”دلیل مقتضی“ (تقاضا کرنے والی) باہم متعارض آجائیں تو ”دلیل مانع“ کو مقدم کیا جائے گا یعنی جب ایک مسئلہ میں دو دلیلیں آپس میں اس طرح متعارض آئیں کہ ایک حکم کی نفی اور دوسری اس کے اثبات کا تقاضا کرتی ہو تو پھر ”دلیل مانع“ کو ”دلیل مثبت“ پر ترجیح دی جائے گی۔

مثال:

راہن جب تک مُرْتَهِنٌ (جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی) کے ہاتھ میں ہے رَاهِنٌ (گروی رکھنے والا) اسے بیچ نہیں سکتا، کیونکہ یہاں دلیل مانع و دلیل مقضی باہم متعارض ہیں۔ وہ اس طرح کہ راہن کی ملکیت اس بات کے جواز کا تقاضا کرتی ہے کہ اسے اپنی شی میں تصرف کا حق حاصل ہے جبکہ مرتہن کی حق تلفی اس کے مانع ہے لہذا مانع کو مقضی پر ترجیح دی جائے گی۔

قاعدہ نمبر: 33

”ذِكْرُ بَعْضٍ مَّا لَا يَتَجَزَّءُ كَذِكْرِ كُلِّهِ“

ترجمہ:

یعنی جو شی تقسیم نہ ہو سکتی ہو اس کے بعض کا ذکر کل کے ذکر کی مثل ہوتا ہے۔

مثال:

کسی نے اپنی بیوی کو نصف طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگئی یا اس نے نصف عورت کو طلاق دی تو کل کو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ طلاق ایسی شی ہے جو اجزاء میں تقسیم نہیں ہو سکتی۔

قاعدہ نمبر: 34

”اِذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ اُضِيفَ الْحُكْمُ اِلَى الْمُبَاشِرِ“

ترجمہ:

جب کسی فعل میں ”مباشِر“ (خود عمل کرنے والا) اور ”متسبب“ (کام کا

سبب بننے والا) دونوں جمع ہو جائیں تو حکم ”مباشر“ کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

مثال:

کسی شخص نے زیادتی کرتے ہوئے کنواں کھودا اور اس میں دوسرے شخص نے کسی کی شئی کو ڈال کر ضائع کر دیا تو ضمان متسبب یعنی کنواں کھودنے والے پر نہیں بلکہ مباشر یعنی کنویں میں ڈالنے والے پر ہے۔

قاعدہ نمبر: 35

”الْحُكْمُ يَتَّبِعُ الْمَصْلِحَةَ الرَّاجِحَةَ“

ترجمہ:

حکم مصلحتِ راجحہ کے تابع ہوتا ہے۔

مثال:

قرآن کریم میں کئی مقامات پر جہاد کا حکم ہے، جہاد میں ایک طرف تو قتل نفس و اتلاف مال ہے اور دوسری طرف کلمہ حق کی سر بلندی، اور ظاہر ہے کہ کلمہ حق کی بلندی مصلحتِ راجحہ ہے کہ اس کے نتیجے میں جان و مال کو امن حاصل ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر: 36

”مَا حَرَّمَ أَخْذُهُ حَرَّمَ إِعْطَاءَهُ“

ترجمہ:

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔

مثال:

جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے باجے کی اجرت وغیرہ کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی۔ لیکن بے گناہ قیدی کو قید سے چھڑانے کیلئے یا اپنی عزت و آبرو بچانے کیلئے یا کسی کو اپنی ہجو و بے جا مذمت سے روکنے کیلئے رشوت دینا جبکہ اس کے بغیر کام نہ چلے ضرورتاً جائز ہے اور ایسی صورت میں دینے والے پر گناہ نہیں لیکن لینے والے کیلئے بہر حال حرام و گناہ ہے اور یہ صورتیں ”الضرورات تبیح المحظورات“ کے تحت آتی ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۹)

قاعدہ نمبر: 37

”إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ“

ترجمہ:

جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب دو دلیلیں باہم متعارض ہوں ایک حرمت کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری اباحت کا تو دلیل حرمت کو اباحت پر مقدم کیا جائے گا۔ یعنی اسے ترجیح دی جائے گی۔

مثال:

حلال و حرام جانور کے ملاپ سے پیدا شدہ بچے کا کھانا حلال نہیں کیونکہ یہاں حلال و حرام جمع ہو گئے ہیں لہذا حرام کو غلبہ حاصل ہوگا۔

قاعدہ نمبر: 38

”لَا يَنْكُرُ تَغْيِيرُ الْأَحْكَامِ بِتَغْيِيرِ الْأَزْمَانِ“

ترجمہ:

زمانہ کی تبدیلی کے سبب احکام کی تبدیلی کا انکار نہیں کیا جائے گا۔

مثال:

فی زمانہ چوری کے خوف کے سبب نماز کے اوقات کے علاوہ مسجد کا دروازہ بند کرنا، فتنہ کے خوف کے سبب عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکنا اور شعائر اسلام کی بقاء کیلئے امامت و اذان پر اجرت لینا و دینا جائز ہے۔

(مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۱۱۳)

قاعدہ نمبر: 39

”مَنْ ابْتَلَى بَبَلِيَّتَيْنِ وَهُمَا مُتَسَاوِيَانِ يَأْخُذُ بِأَيَّتِهِمَا شَاءَ وَإِنْ اِخْتَلَفَا يَخْتَارُ أَهْوَاهُمَا“

ترجمہ:

اگر کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے اور دونوں برابر ہوں تو جس کو چاہے اختیار کرے اور اگر دونوں مختلف ہوں تو چھوٹی کو اختیار کر لے۔

مثال:

کسی کے جسم میں زخم ہے اگر وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور زخم بہے گا تو وضو ٹوٹے گا جسم ناپاک ہوگا اور سجدہ نہیں کرتا تو زخم نہیں بہتا اس

صورت میں نماز کا سجدہ ترک کرنا پڑے گا تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور رکوع و سجدہ اشارہ سے ادا کرے کیونکہ سجدہ ترک کر دینا اس سے کمتر اور آسان ہے کہ نماز حالت حدث اور نجس جسم کے ساتھ پڑھے۔

قاعدہ نمبر: 40

” إِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ “

ترجمہ:

جب احتمال آجاتا ہے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

مثال:

چار مسلمانوں نے کسی شخص کے خلاف زنا کی گواہی دی لیکن بعد میں ان گواہوں کا فسق و فجور ثابت ہو گیا تو ان کی گواہی رد کر دی جائے گی کیونکہ اب ان کی گواہی میں کذب کا احتمال پیدا ہو گیا لہذا اب ان کی گواہی قابل استدلال نہیں رہی۔

قاعدہ نمبر: 41

” اَلضَّرُّ لَا يُزَالُ بِالضَّرِّ “

ترجمہ:

نقصان کا ازالہ اسی کی مثل نقصان سے نہیں کیا جائے گا۔

مثال:

کوئی شخص بھوک سے مر رہا ہو اور اس کے پاس اتنا ہی کھانا ہو کہ جسے کھا کر اس کی جان بچ سکتی ہو پھر اسی طرح کا کوئی دوسرا شخص آجائے تو پہلے

والے شخص سے کھانے کر دوسرے کو نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ دونوں ایک ہی قسم کے ضرر میں مبتلا ہیں۔ (الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 42

”يُتَحَمَّلُ الضَّرْرُ الْخَاصُّ لِأَجْلِ دَفْعِ الضَّرْرِ الْعَامِّ“

ترجمہ:

ضرر عام کو دور کرنے کیلئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

مثال:

اگر کسی شخص کی دیوار اس قدر جھک جائے کہ شارع عام سے گزرنے والوں پر اس کے گرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کی دیوار کو گرانا واجب ہے کیونکہ اگر ایسا نہیں کیا تو ضرر عام کا اندیشہ ہے اور دیوار کو گرانے میں صرف مالک دیوار کو ضرر ہوگا، لہذا اس ضرر کو برداشت کیا جائے گا تاکہ بڑے نقصان سے بچا جاسکے۔ (الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 43

”السُّؤَالُ مُعَادٌ فِي الْجَوَابِ“

ترجمہ:

سوال جواب میں لوٹایا جاتا ہے۔

مثال:

بیوی نے شوہر سے پوچھا کہ: اَنَا طَالِقٌ؟ (کیا مجھے طلاق ہے؟) تو شوہر

نے جوابا کہا: نعم (ہاں) تو صرف نعم کہنے سے ہی طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ جواب میں سوال کے الفاظ لوٹتے ہیں یعنی گویا کہ شوہر نے یوں کہا: نعم انت طالق (یعنی ہاں تجھے طلاق ہے)۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۹، ص ۲۳۹)

قاعدہ نمبر: 44

”دَرَاءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَىٰ مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ“

ترجمہ:

نقصان سے بچنا نفع کو حاصل کرنے سے بہتر ہے۔

مثال:

وضو میں کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا سنت ہے لیکن روزے کی حالت میں یہ عمل مکروہ ہے اس لیے کہ پانی جوف میں چلے جانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا لہذا یہاں سنت پر عمل کے نفع کی نسبت روزہ ٹوٹنے کے نقصان سے بچنا بہتر ہے۔

قاعدہ نمبر: 45

”لَا إِثَارَ فِي الْقُرْبَاتِ“

ترجمہ:

عبادات میں ایثار نہیں کیا جاسکتا۔

مثال:

اگر کسی کے پاس نماز کے وقت صرف اتنا پانی ہے کہ وہ اپنا وضوء کرے تو

اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ دوسرے کو ایثار کرتے ہوئے پانی دے دے، کیونکہ عبادات میں ایثار جائز نہیں۔

قاعدہ نمبر: 46

”لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي مِلْكِ الْغَيْرِ بِلَا إِذْنِهِ“

ترجمہ:

کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ غیر کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے۔

مثال:

کسی طالب علم کیلئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی کتاب، کپڑے، تولیہ، جوتے وغیرہ اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرے مگر یہ کہ صراحۃً یا دلالتاً اذن ہو۔

قاعدہ نمبر: 47

”الْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ“

ترجمہ:

منافع ضمان کے عوض ہوتے ہیں، یعنی اگر کوئی شی کسی کی ضمان میں ہے تو اس سے نفع حاصل کر لینے کا اسے کوئی معاوضہ نہ دینا ہوگا لیکن نفع حاصل کرنے والا اس شی کے ہلاک ہو جانے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

مثال:

کسی نے غلام خریدا اور اس سے کام لیا پھر اس کے عیب پر مطلع ہوا جو کہ

باع نے اسے نہیں بتلایا تھا تو وہ اسے بائع کو واپس کر دے گا اور اس کی پوری قیمت واپس لے لے گا اور اس کے منافع سے فیضیاب ہوگا کیونکہ غلام اس کی ذمہ داری اور ضمان میں تھا کہ اگر وہ اس مدت میں ہلاک ہو جاتا تو یہ اس مشتری کا مال ہلاک ہوتا، بائع پر کوئی ضمان و ذمہ داری نہ ہوتی۔

قاعدہ نمبر: 48

”لَا اجْتِهَادَ عِنْدَ ظُهُورِ النَّصِّ“

ترجمہ:

نص کی موجودگی میں اجتہاد و قیاس جائز نہیں۔

مثال:

اگر رکوع و سجود والی نماز میں کسی کا ہتھکڑیا نکل جائے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وضوء نہ ٹوٹے لیکن اس صورت میں وضوء ٹوٹنے پر نص وارد ہے لہذا اس نص کی موجودگی میں قیاس و اجتہاد جائز نہیں۔

قاعدہ نمبر: 49

”الْأَصْلُ فِي الْكَلَامِ الْحَقِيقَةُ“

ترجمہ:

کلام میں اصل حقیقی معنی ہے۔

مثال:

اگر کسی نے اپنی اولاد پر کوئی چیز وقف کی تو اس میں اس واقف کے

پوتے داخل نہیں ہونگے کیونکہ اولاد حقیقت میں صلیبی بیٹوں کو کہا جاتا ہے جبکہ مجازاً پوتوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر: 50

”الْأَصْلُ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ“

ترجمہ:

اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

مثال:

اس قاعدے کی رو سے تمام شعائر اہلسنت مثلاً ایصالِ ثواب، نعت خوانی، عروسِ بزرگانِ دین، بیعت و ارادت وغیرہ سب جائز و مباح ہیں لہذا عدمِ جواز کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا ائمتہ درجہ میں قواعد فقہیہ سے ان کے عدمِ جواز پر دلیل لانا چاہیے بلا دلیل شرعی ان کے عدمِ جواز کا قول اللہ و رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۹، ص ۲۱۹)

قاعدہ نمبر: 51

”إِذَا سَقَطَ الْأَصْلُ سَقَطَ الْفَرْعُ“

ترجمہ:

جب اصل ساقط ہو جائے تو فرع بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

مثال:

جب مُوَكَّلٌ فوت ہو جائے تو وکیل کی وکالت ساقط ہو جاتی ہے، کیونکہ

مؤکل اصل ہے اور وکیل فرع۔

قاعدہ نمبر: 52

” إِذَا بَطَلَ الْأَصْلُ يُصَارُ إِلَى الْبَدْلِ ”

ترجمہ:

جب اصل باطل ہو جائے تو اسے بدل کی طرف پھیر دیا جائے گا یعنی اگر کسی کے ذمہ کوئی شے واجب الاداء ہو اور وہ اس کے پاس سے ضائع ہو جائے تو اس پر اس کا بدل دینا لازم ہوگا۔

مثال:

اگر غصب شدہ چیز واپس کرنا ممکن نہ ہو تو اس کا بدل یعنی قیمت دی جائے گی۔ (شرح المحلۃ)

قاعدہ نمبر: 53

” التَّابِعُ تَابِعٌ ”

ترجمہ:

یعنی تابع متبوع کے حکم میں داخل ہے۔

مثال:

جانور کی خرید و فروخت میں اس کا حمل بھی شامل ہوگا کیونکہ حمل اس کے تابع ہے لہذا اس کی الگ سے بیع نہیں کی جائے گی۔

(الاشباه والنظائر)

قاعدہ نمبر: 54

”التَّابِعُ لَا يَتَقَدَّمُ عَلَى الْمَتَّبُوعِ“

ترجمہ:

یعنی تابع اپنے متبوع پر مقدم نہیں ہوتا۔

مثال:

مقتدی (تابع) نماز میں اپنے امام (متبوع) سے پہلے تکبیر تحریمہ نہیں

کہہ سکتا۔ (الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 55

”إِنَّمَا تُعْتَبَرُ الْعَادَةُ إِذَا اطَّرَدَتْ أَوْ غَلَبَتْ“

ترجمہ:

عادت کا اعتبار صرف اسی وقت کیا جاتا ہے جب وہ عام یا غالب ہو جائے۔

مثال:

اگر کسی نے درزی کو کپڑے سلائی کیلئے دیئے تو بٹن، سوئی دھاگہ وغیرہ کے

اخراجات عرف و عادت کے مطابق درزی کے ذمے ہونگے۔ (الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 56

”مَا لَا يَتِمُّ الْفَرَضُ إِلَّا بِهِ فَهُوَ فَرَضٌ“

ترجمہ:

جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو سکے وہ بھی فرض ہے۔

مثال:

نماز فرض ہے جو کہ بغیر قعدہ اخیرہ کے نہیں ہو سکتی لہذا قعدہ اخیرہ بھی فرض ہے اور اسی کی مثل یہ قاعدہ ہے مَا لَا يَتِمُّ الْوَجِبُ إِلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِبٌ - (تبيين الحقائق)

قاعدہ نمبر: 57

”الْمَيْسُورُ لَا يَسْقُطُ بِالْمَعْسُورِ“

ترجمہ:

یعنی مشکل عمل کے سبب آسان عمل کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

مثال:

اگر کوئی شخص بقدر فرض ستر عورت پر قادر نہ ہو تو جتنے ستر پر قادر ہو اتنا ستر فرض رہے گا۔

قاعدہ نمبر: 58

”الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ“

ترجمہ:

یعنی مشقت آسانی لاتی ہے۔

مثال:

اس قاعدے پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً سفر کی مشقت کے سبب نماز میں قصر، خوفِ مرض کے سبب مٹی سے تیمم وغیرہ۔ (مجموعۃ قواعد

الفقہ، ص ۱۲۲)

